بنی آدم گردانید و خلعت خلافت بمودّاے اِنّی
جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً بخشید و آخر از ذریات
او انبیاء و اولیاء را بمزید عنایت و کرامت مخصوص
کرد و در حجر رعایت و حمایت خود بپرورد و سرآمد ہمہ
کہ وے خاتم المرسلین و افضل النبیین را فرمودہ بر تخت
محبوبیت نشاند و تاج اجتبا بر سر نہاد و طریق تنفیذ
ہدایت او بر جن و انس و ملک و ملکوت کشاد و علماء
امت او را بمصداق علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل
بخلاف دعوت نبوت بجاے انبیا پس آنہا نہاد
و دامن ہمت این پاکبازان را از تلوث اغراض
دنیّہ دنیویہ پاک بافشاند از ینجاست کہ دست ہمت
ایشان از نعمت کونین کوتاہ است و پاے طلب در
راہ ایشانند سیاحان بیداے طریقت و سباحان
دریاے حقیقت و از فرط رحمت بر ہر حرکتے و سکنتے
از جوارح و جوانح اینہا نقیبے از نقباے حشمت خود
برگماشت و بطریق تزکیہ و تصفیہ نفوس و قلوب
ایشان را از ملابس صفات منسلخ فرمود و خلعت وجود
باقی بر بدن ایشان بدل آن راست نمود و صلوٰتے
کہ اثر آن در آجل و عاجل ہماند سزاوار بارگاہ بیست سید

ابو البشر کیا اور خلعت خلافت بمصداق اِنّی جَاعِلٌ[1]
فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً بخشا اور آخر مین اون کی اولاد
سے انبیاء و اولیاء کو بزیادتی عنایت و کرامت مخصوص
اور اپنے آغوش رعایت و حمایت مین پرورش کیا
اور سب کا سردار خاتم المرسلین افضل النبیین کو فرماکر
تخت محبوبیت پر بٹھایا اور بزرگی کا تاج اون کے سر
پر رکھا اور اون کے طریقہ اجراے احکام ہدایت کو
جن و انس ملائک و ملکوت پر کھولا اور اون کے علماے امت
کو بمصداق اسکے کہ میرے علماء امت انبیاء بنی اسرائیل کے
ایسے ہین انبیاء کا خلیفہ کیا اور ان پاکبازون کی دامن
ہمت کو دنیاوی اغراض مین آلودگی سے پاک رکھا
اسی لیے انہون نے کونین کی نعمتون سے ہاتھ اوٹھایا ہے
اور راہ طلب مین قدم رکھا ہے یہی لوگ میدان طریقت
کے طے کرنے والے اور دریاے حقیقت کے تیرنے والے
ہین اور بکمال رحمت ان کے تمام اعضاء کے حرکات و
سکنات پر اپنے نقباے حشمت سے ایک نقیب مقرر
کیا اور تزکیہ و تصفیہ سے انکے نفوس و قلوب کو حجابات صفات سے
جدا کیا اور بجاے اُسکے وجود باقی کا خلعت انکو عطا کیا اور درود
و درود جسکا اثر جلد ہو اور دیر تک رہے اُس ذات بابرکات کے لائق ہے

[1] یعنی بنانے والا ہون زمین مین ایک نائب ۱۲

کہ تمامہ انبیاء را پیشوائی بحق اوست وجملۂ
اصفیا را رہنماے مطلق او صلے اللہ علیہ وعلی
آلہ الطاہرین واصحابہ الزاہرین
امابعد بر قاصدان کعبۂ حقیقت و سالکان مسالک
شریعت پوشیدہ نیست کہ کتاب عوارف المعارف
حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی در علم عالی
تصوف از متانت عبارت و رزانت اشارت
مشتہر است در عموم کالشمس بین النجوم کہ از غایت
احتیاج محتاج بتذکیر و تذکار نیست الحق کہ قبادہ
تصوف است و لب لباب شرح تعرف دیباچہ اش
از دقت لغات مشکلہ فہمیدن دشوار تا بفہمیدن
خاتمہ اش چہ رسد چون بندۂ احقر مشہور بہ انور
ابن قدوۃ السالکین عمدۃ العارفین الوحید الفرید
الفقید المنید خلف سلف الاثر مولانا شاہ علی اکبر قلندر
مدظلہ العالی ابن الشیخ الاکبر آیۃ من آیات اللہ و
معجزۃ من معجزات رسول اللہ صاحب مقامات
کشف و عیان دانائے احوال اعیان و اکوان
ذو السلسلۃ الازہر مولانا و جدنا شاہ حیدر علی قلندر
نور اللہ ضریحہ المنور و صیر مرقدہ کاظم الاثر و خوشہ چین

جو تمام انبیاء و صفیاء کی پیشوا اور رہنما ہے خدا کا درود وسلام
آپ اور آپ کی اولاد پاک و اصحاب با پاک پر۔
اسکے بعد واصدین کعبۂ حقیقت و سالکین مسالک شریعت
کو معلوم ہو کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی
کتاب عوارف المعارف علم تصوف میں اپنی خوبی
عبارت و عمدگی اشارت سے عام میں ایسی مشہور ہے
جیسے ستاروں میں آفتاب ہے اور بوجہ اپنی غایت احتیاج
کے کسی ذکر و تذکرہ کی محتاج نہیں سچ تو یہ ہے کہ
تصوف کا قبادہ ہے اور شرح تعرف کا خلاصہ ہے جب
اوس کا دیباچہ ہی مشکل لفظوں کی وجہ سے سمجھنا
دشوار ہے تو خاتمہ تک سمجھنے کو کوئی کیا کہے۔
بندۂ احقر مشہور بہ انور ابن قدوۃ السالکین و
عمدۃ العارفین وحید فرید فقید ندید خلف سلف الاثر
مولانا شاہ علی اکبر قلندر مدظلہ العالی ابن شیخ اکبر
آیت الٰہی و معجزۂ رسالت پناہی صاحب مقامات
کشف و عیان دانائے احوال اعیان و اکوان
صاحب سلسلۂ ازہر مولانا و جدنا شاہ
حیدر علی قلندر نور اللہ ضریحہ المنور و
صیر مرقدہ کاظم الاثر۔ و خوشہ چین

خرمن افاضت حضرت قدر قدرت محی الوقت
غوث السالکین غیاث العارفین کاشف اسرار توحید
حافظ اذکار تفرید مولانا و استاذنا شاہ تقی علی
قلندر عطر اللہ مضجعہ المعطر بامعان نظر بمطالعہ این
کتاب برکت نصاب مشرف شد بعضی صدیق
رفیق خواستگار آن شدند کہ ترجمۂ خطبۂ آن بطور شرح
نوشتہ دہم لاجرم بپاس خاطر شان خامہ بدست
آوردم دبجلسات چند شرح آن حسب استعداد خود
نوشتہ دادم و چون این کتاب مستطاب بلحاظ کثرت
شروح خویش در صرف قلم بسیاری از مشایخ آمد لہذا نام این
رسالہ نخبۃ الصوارف فی ترجمۃ خطبۃ العوارف
گردانیدم امید کہ مقبول اخوان باصفا گردد اکنون
شروع بمطلب میکنم و میگویم قال الشیخ السہروردی

خرمن افاضت حضرت قدر قدرت محی الوقت
غوث السالکین غیاث العارفین کاشف اسرار
توحید حافظ اذکار تفرید مولانا و استاذنا شاہ
تقی علی قلندر عطر اللہ مضجعہ المعطر نے جب بغور اس
کتاب برکت نصاب کا مطالعہ کیا تو بعض دوستون
نے یہ خواہش کی کہ خطبہ کا ترجمہ بطور شرح مین
لکھدون لہذا اون کی خاطر سے مین نے قلم اوٹھا کر
اوس کی شرح حسب استعداد خود چند جلسون مین
لکھ ڈالی اور چونکہ یہ کتاب بلحاظ کثرت شروح
بہت سے مشایخ کے صرف قلم مین آئی اسلیے مین نے
اس رسالہ کا نام نخبۃ الصوارف فی ترجمۃ خطبۃ العوارف
رکھا امید کہ مقبول اخوان باصفا ہو اب مین مطلب شروع
کرتا ہون اور کہتا ہون کہ حضرت شیخ سہروردی فرماتے ہین

قولہ الحمد للہ العظیم شانہ

جمیع محامد خواہ حمد خالق باشد خود بر ذات خود یا
مخلوق راجع است بسوے خداے کہ بزرگ ست
شان او۔ باید دانست کہ ارباب صناعت لام
مطلق را دو قسم ساختہ اند یکی اسمی و دیگرے حرفی۔
اسمی آنکہ داخل شود بر مشتقات کالمصدر والصفۃ المشبہۃ

تمام تعریفین خواہ خدا خود اپنی تعریف کرے یا مخلوق
وہ سب اوسی ذات کی طرف راجع ہین جس کی بڑی
شان ہے۔ جاننا چاہیے کہ ارباب صناعت
نے لام مطلق کی دو قسمین کی ہین ایک اسمی دوسرا
حرفی اسمی وہ جو مشتقات مثلاً مصدر و صفت مشبہ

و فعل التفضیل و اسم الفاعل و المفعول کہ دال است
بر ذات شی ۔ و حرفی آنکہ برائے تعریف و تعیین مدخول
خود موضوع ست و آن بر چہار صنف است اول لام
عہد خارجی کہ بدان اشارہ کردہ میشود بسوے فردے
و حصۂ از افراد و حصص آن حقیقت کہ آن فرد معتبر نزد
مخاطب بود نحو الیس الذکر کالانثی ای لیس
الذکر الذی طلبت امراۃ عمران کالانثی
التی وھبت لھا دوم لام جنس کہ اشارہ کردہ شود
بان سوی جنس و طبیعت کقولک الرجل خیر
من المرأۃ یعنی حقیقۃ الرجل خیر من حقیقۃ
المرأۃ سوم لام استغراق کہ اشارہ کند بسوے
حقیقتے بشرط تحقق و شمول آن در ضمن جمیع افراد
نحو اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ چہارم لام عہد ذہنی کہ اشارہ کند
بسوے حصۂ از حصص حقیقتی کہ معہود و معتبر میان
متکلم و مخاطب نبود بلکہ بطریق احتمال دائر میان
افراد باشد پس مدخولش در حکم نکرہ باشد نحو و اخاف
اَنْ یَّاْکُلَہُ الذِّئْبُ پس لام این جا یا برای جنس
است و این ظاہر است یا برائے عہد خارجی

اور فعل التفضیل و اسم فاعل و اسم مفعول پر داخل
ہو کہ ذات شے پر دلالت کرتا ہے اور حرفی وہ جو
اپنے مدخول کی تعریف و تعیین کے لیے بنایا گیا ہے اور
اوسکی چار قسمین ہین اول لام عہد خارجی جس سے اوس
حقیقت کے افراد و حصص مین سے اُس فرد و حصہ کی طرف
اشارہ کیا جاتا ہے جو مخاطب کے نزدیک معتبر ہے جیسے
سلہ
الیس الذکر کالانثی یعنی وہ مرد جس کو عمران کی بی بی
نے مانگا اوس عورت کی طرح نہین ہے جو اوسے بخشی
گئی ۔ دوسرا لام جنس جس سے جنس و طبیعت کی طرف اشارہ
کیا جاسے جیسے یہ قول کہ الرجل خیر من المرأۃ یعنی مرد کی
حقیقت عورت کی حقیقت سے اچھی ہے تیسرا لام استغراق جو
کسی حقیقت کی طرف بشرط اوسکے ثبوت و شمول کے
بضمن کل افراد کے اشارہ کرے جیسے ان الانسان سلہ
لفی خسر الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات چوتھا لام عہد ذہنی
جو اشارہ کرے کسی حقیقت کے حصون مین سے اوس حصہ
کی طرف جو متکلم و مخاطب مین معہود و معتبر نہو بلکہ افراد مین
بطریق احتمال دائر ہو تو اوس کا مدخول نکرہ کے حکم
مین ہوگا جیسے و اخاف ان یاکلہ الذئب سلہ تو یہان
پر لام یا جنسی ہے جو ظاہر ہے یا عہد خارجی ہے

سلہ یاد رکھنی [illegible] عورت سے [illegible] ۱۲ سلہ بیشک انسان گھاٹے مین ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے [illegible] ۱۲

مشیر القوله علیه السلام الحمد لله اصعاف ما حمده جمیع خلقه کما یحبه و یرضاه و این جا معنی استغراقی مراد گرفتن و باراده استغراق تمام جنس که طبعیه کلیه افراد خود است داخل شمردن مناسب لائق می نماید چه که درین صورت حاصل معنی فقره چنان خواهد بود که جمیع محامد بجمیع مراتب از ملک و ملکوت همه عائد باو ست زیرا که چون باز گشت ذوات همه بسوے اوست رجوع صفات و احوال وغیره من حیث انها عرضیات الذات بطریق اولی جانب او خواهد بود و این است معنی اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

الحمد مرادی از حمد است در هر آن که آمراست در همه شان و حمد در لغت بمعنی ستودن است و حاصل مصدرش ستایش و آن چار چیز می خواهد حامد و محمود و محمود علیه و این جا همه موجود اند که بنده حامد است و خدا محمود و محمود علیه نعمات شامله و آلات کامله او و محمود به همین عبارت خطبه است و تفصیل این حمد از اهل لغت به عبارات مختلفه آمده نزد بعضے ثنائے که بر فعل جمیل کسی باشد و نزد

مثل آنحضرت صلعم کے اس ارشاد کے کہ الحمد للہ اضعاف[1] ما حمده جمیع خلقه کما یحبه و یرضاه اور یہان استغراقی معنے مراد لینا اور باراده استغراق تمام جنس کو جو اپنے افراد کی طبیعت کلیہ ہے داخل سمجھنا مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس صورت مین فقره کا مطلب یہ ہوگا کہ تمام محامد کل مراتب ملک و ملکوت سے اوسی کی طرف عائد ہین کیونکہ جب تمام ذاتون کا مرجع وہی ہے تو صفات و احوال وغیره کا بحیثیت اونکی عرضیات ذات ہونے کے مرجع بطریق اولی وہی ہوگا اور یہی اشارہ[2] [illegible] کی الیہ ترجعون کے معنے ہین [illegible] لہذا اوسی کے لیے ہر وقت حمد ہے جو تمام [illegible] اون مین حاکم ہے اور حمد کے لغوی معنے تعریف [illegible] کرنے کے ہین حمد کا حاصل مصدر ستائش ہے جو چار چیزین چاہتا ہے حامد و محمود و محمود علیہ و محمود بہ اور یہان سب موجود ہین کہ بندہ حامد ہے اور خدا محمود اور نعمات شاملہ و صفات کاملہ محمود علیہ اور عبارت خطبہ محمود بہ اور اہل لغت نے اس حمد کی تفصیل مختلف عبارتون سے کی ہے بعض کے نزدیک وہ تعریف جو کسی کے اچھے فعل پر کی جاوے اور بعض کے نزدیک

[1] اضعاف حمد اللہ کی [illegible] دو چند اوس [illegible] جو تمام خلق [illegible] کی حمد یا پسند [illegible] مراد [illegible] ہے ۱۲

[2] اللہ خالق [illegible] کا پیدا کرنے والا ہے اور اوسی کی طرف پلٹتے ہین ۱۲

بر خے وصف جمیلی کہ بقصد تعظیم بود و در اصطلاح
فعلی کہ بمقابلۂ نعمت بر تعظیم منعم دلالت کند و ہم
در این معنی است شکر لغوی و نقیض حمد ذم است
و نقیض شکر کفران والنسبة بین هذه المعانی
عموم من وجه جائیکہ حمد بمقابلۂ نعمت بر زبان
آرند ہر دو صادق اند و جائیکہ بجوارح دیگر بود
شکر است نہ حمد و جائیکہ بدون مقابلۂ آید حمد باشد
نہ شکر۔ و اَللّٰہ مہموز فاء است در اصل اَلْاِلٰہ بود
بفتح ہمزۂ اول و سکون لام اول و کسرۂ ہمزۂ ثانی
و فتح لام ثانی بعدہ الف و ہا بمعنی معبود حرکت
ہمزۂ ثانی نقل کردہ بماقبل دادند و ہمزہ را حذف
کردند اَلْلاہُ شد بعدہ قاعدہ یافتند کہ دو حرف
صحیح از یک جنس فراہم آمدند لام اول را ساکن
کردہ در دوم ادغام کردند اللہ شد و یا مثال قرار یست
کہ در اصل اَلْوِلاہ بود بکسر واو منحرفہ واو را بہمزہ بدل
کردند بقاعدۂ اشباح بعدہ حرکت ہمزہ نقل کردہ
بماقبل دادند و ہمزہ را حذف کردند اَلْلاہُ شد پس
لام اول را بقاعدۂ مذکور ادغام کردند اللہ شد و
بعضی گویند لفظ اللہ سریانی است یا عبرانی کہ در اصل

بقصد تعظیم کسی اچھے کی تعریف اور اصطلاحًا وہ فعل ہے
بمقابلۂ نعمت تعظیم منعم پر دلالت کرے اور اسی معنے
مین لغتًا شکر بھی ہے اور حمد کی نقیض ذم ہے اور شکر
کی کفران اور ان مین نسبت عموم من وجہ ہے جہان پر حمد
بمقابلۂ نعمت بولین گے وہان دونون صادق آوین گے
اور جہان پر دیگر جوارح سے ہوگی شکر کہین گے نہ حمد اور
جہان بلا مقابلہ ہوگی وہان حمد کہی جائیگی نہ شکر
اور اللہ مہموز فا ہے اصل مین الالٰہ تھا ہمزۂ اول کے
زبر اور لام اول کے سکون اور ہمزۂ ثانی کے زیر اور لام
ثانی کے زبر سے بعد اوس کے الف و ہا بمعنی معبود پھر
ہمزہ کی حرکت نقل کرکے ماقبل کو دیدی اور ہمزہ کو گرا دیا
اللاہ ہوا پھر بقاعدۂ صرفی دو حرف صحیح ایک جنس کے ایک
کلمہ مین جمع ہونے کے پہلے لام کو ساکن کرکے دوسرے
مین ادغام کردیا اللہ ہوا اور یا لفظ اللہ مثال واوی ہے
جو اصل مین الولاہ تھا واو منحرفہ کے زیر سے بقاعدۂ اشباع
واو کو ہمزہ سے بدل دیا پھر حرکت ہمزہ نقل کرکے ماقبل
کو دیدی اور ہمزہ کو حذف کردیا اللاہ ہوا پھر پہلے
لام کو بقاعدۂ مذکور ادغام کیا اللہ ہوا اور بعض کہتے
ہین کہ اللہ لفظ سریانی ہے یا عبرانی جو اصل مین

لاها بود چون معرب کردند الف را از آخر حذف
کردند و در اول الف ولام آوردند ولام را در لام
ادغام کردند الله گردید و در بیضاوی است که الله
در اصل اله بود پس همزه را حذف کردند و بعوض
او الف ولام افزودند بهمین وجه یا الله می گویند
و الف ولام مانع دخول حرف ندا نمی شود مگر این که
این اسم شریف مختص به معبود برحق گشته و لفظ الله
بنا بر غلبهٔ استعمال بر معبود برحق مستعمل می شود گو
لغتاً عام الاستعمال است و لفظ الله مشتق است
از اله یأله الٰهة و الوهیة و بعضی گویند که مشتق است
از تاله و استاله و برخی میفرمایند که از اله مشتق است
که بمعنی تحیر است و این معنی عمده اند چرا که عقول
در معرفتش حیرانند یا مشتق از الهت الی فلان
بمعنی سکنت الیه واقع شده زیرا که دلهای خلایق
بذکرش مطمئن و بمعرفتش ساکن می شوند یا گویند که
که از اله که مستعمل می شود بر وقتیکه کسی فزع کرد
از امر که به وی نازل گشته و آلهه غیره بمعنی اجاره
مستعمل می شود باین وجه که پناه گیرنده عابد
معبود خویش جزع و فزع می نماید پس اگر معبود حق است

لاہا تھی جب معرب کیا تو الف آخر سے گرا دیا اور اول مین
الف ولام لے آئے اور لام کو لام مین ادغام کر دیا اللہ ہوا
اور بیضاوی مین ہے کہ اللہ اصل مین اِلٰہ تھا ہمزہ گرا دیا
اور اوس کے عوض مین الف ولام بڑھا دیا اسی وجہ سے
یا اللہ کہتے ہین اور الف ولام حرف ندا کے داخل ہونے
کو مانع نہین ہوتا مگر یہ نام نامی معبود برحق سے خاص
ہو گیا اور لفظ اللہ بوجہ غلبہ استعمال معبود برحق پر مستعمل
ہوتا ہے اگرچہ لغتاً عام الاستعمال ہے اور لفظ اللہ
اله یأله الٰهة والوہیة سے مشتق ہے اور بعض کہتے ہین کہ
تاله واستاله سے مشتق ہے اور کچھ لوگ کہتے ہین کہ اله سے
مشتق ہے جسکے معنی تحیر کے ہین اور یہ عمدہ معنی ہین کیونکہ
عقول اوس کی معرفت مین حیران ہین یا الهت الی
فلان سے مشتق ہے جو سکنت الیہ کے معنی مین ہے
کیونکہ خلق کے دل اوسکے ذکر سے مطمئن اور اوسکی معرفت
سے ساکن ہوتے ہین یا کہین کہ اله سے مشتق ہے
جو اوس وقت مستعمل ہوتا ہے جب کوئی اوس بات سے
تالان ہو جو اوس پر نازل ہوئی اور اله غیره اجارہ کے
معنی مین بھی مستعمل ہوتا ہے اس لیے کہ پناہ لینے والا
اپنے معبود سے جزع و فزع کرتا ہے اگر معبود حق ہے

فی الحقیقت او را پناہ میدہد و اگر باطل ست پس بزعم
عابد پناہ می دہد یا مشتق از الہ مستعمل در الہ الفصیل
کہ قول عرب است ہر گاہ کہ ولع کردہ شود باد ریں
زعم اشتقاق اللہ ازیں الہ بدیں وجہ کہ عباد مولع اند
بران و عبادت آن. و لام در وبرائے اختصاص
بمعنی حصر است کذا فی حواشی الکشاف یا بمعنی تعلق
مطلق کذا فی حواشی شرح مختصر الاصول للدوانی و در
اصطلاح اسم ذات واجب الوجودیست کہ مستجمع جمیع
صفات کمالیہ است و مبرا از رذائل و اختیار اسمیۃ
جملہ بقصد دوام و استمرار است و تقدیم حمد بر ذات
ازیں است کہ او مسند الیہ است در بحث متعلقات
و عامل است در اللہ اصلش حمد اللہ است و ایں از
مصادر قائمہ مقام افعال است و رفع حمد بقصد
دلالت است بر دوام و استمرار پس او را مرتبہ تقدم
حالا و مالا است کذا فی اطول شرح مطول للشیخ
عصام الاسفرائنی و نیز میتواند کہ باعتبار تخصیص
باشد یعنی مقام مقام حمد است چنانکہ مذہب صاحب
کشاف است در تقدیم فعل اقرأ باسم ربک
اگرچہ تقدیم موصوف کہ اللہ است بنظر ذات او اہم

تو حقیقتا اوسے پناہ دیتا ہے اور اگر باطل ہے تو اوسکے
خیال سے پناہ دیتا ہے یا مشتق الہ سے ہے جو
الہ الفصیل مقولہ عرب مین مستعمل ہے جبکہ اوسکی
فریفتگی ظاہر کیجاے تو الہ سے اللہ کے مشتق ہونے کا
خیال اس لیے ہے کہ بندے اوسکی عبادت پر فریفتہ
ہین اور اوس مین لام اختصاص کے لیے حصر کے
معنے مین ہے جیسا کہ حواشی کشاف مین ہی یا بمعنی
تعلق مطلق ہے جیسا کہ حواشی شرح مختصر الاصول
دوانی مین ہے اور اللہ اصطلاحا اوس ذات واجب الوجود
کا نام ہے جو تمام صفات کمال کی جامع اور رذائل
سے مبرا ہے اور اختیار جملہ اسمیہ بقصد استمرار و دوام ہے
اور ذات پر حمد کی تقدیم اس لیے ہے کہ وہ بحث
متعلقات مین مسند الیہ اور اللہ مین عامل ہے جسکی اصل
حمد اللہ ہے اور یہ اون مصادر سے ہی جو قائم مقام افعال ہین
اور رفع حمد دوام و استمرار پر دلالت کے مقصد سے ہے تو اوسے
مرتبہ تقدم حالا و مالا ہے جیسا کہ اطول شرح مطول شیخ
عصام اسفرائنی مین ہی اور یہ بھی ہوسکتا ہی کہ باعتبار تخصیص کے
یعنی مقام مقام حمد ہے جیسا کہ صاحب کشاف کا مذہب ہے تقدیم فعل اقرأ
باسم ربک مین اگرچہ تقدیم موصوف یعنی اللہ بلحاظ اوسکی ذات کی اہم ہے

وشان در صراح است که شان کار و حال یعنی امر
او بزرگ است چنانکه ذات او بزرگ است و مر
او را تعظیم عظمت کمالیه است که مختصه ذات اوست
زیراچه جمال با کمال خاص او راست نه غیر او را
بخلاف حمد غیر که او شکر است حمد نیست فلله
الحمد رب السموات ورب الارض
رب العالمین۔ و این جا از حمد اگر مراد حمد
شاکرین گرفته شود در قرینه ذکیه غالب که حرج نیست
نزند چه که حمد شاکرین اعم است و بوفاے
عوض اتم کما جاء۔ ولئن شکرتم لازیدنکم
ولئن کفرتم ان عذابی لشدید و سر
درین باب آنکه جمیع محامد از حمد اوست و جمال
او حمد یست مر ذات او را اگر نه بودے این ذات
ظاهر نه شدے حمد در عالم کون کما عممه الله تعالی
فی حبیبه صلی الله علیه وسلم چه که حامد و محمود
و محمد اسماء شریفه اویند و او برزخ جامع است
در احدیت و واحدیت و وحدت و کثرت
مرج البحرین یلتقیان بینهما برزخ
لا یبغیان۔ لولاه لما اظهرت الربوبیة

اور شان صراح مین ہے کہ شان کار و حال یعنی اوسکا
حکم بزرگ ہے جس طرح اوسکی ذات بزرگ ہے اور اوسی
کے لیے تعظیم عظمت کمالیہ ہے جو اوسکی ذات سے مخصوص
ہے کیونکہ جمال با کمال صرف اوسی کے لیے ہے اور کسی کے
لیے نہین بخلاف حمد غیر جو شکر ہے حمد نہین تو اللہ ہی
کے لیے حمد ہے جو آسمانون اور زمینون اور اہل عالم کا رب
ہے اور یہان حمد سے اگر حمد شاکرین مراد لی جاے تو
کچھ حرج نہین کیونکہ حمد شاکرین اعم و بوفاے عوض اتم
ہے چنانچہ وارد ہے کہ اگر تم شکر کروگے تو مین تمکو زیادہ
دونگا اور اگر کفر کروگے تو میرا عذاب بہت سخت ہی اور اسمین یہ
راز ہے کہ تمام تعریفین اوسی کی حمد سے ہین اور اوس کا
جمال اوس کی ذات کے لیے حمد ہے اگر یہ ذات نہ ہوتی
تو عالم وجود مین حمد ظاہر نہ ہوتی جس کو خدا نے اپنے
حبیب صلعم کے لیے عام کیا کیونکہ حامد و محمود و محمد اون کے
نام نامی ہین اور وہ احدیت و واحدیت و وحدت
و کثرت مین برزخ جامع ہین اس ارشاد کے موافق
کہ دو دریا جاری کیے جو باہم ملتے ہین اور اون کے
درمیان ایک برزخ ہے جو اونہین بڑھنے
نہین دیتی اگر وہ نہ ہوتے تو ربوبیت۔

والرب والفلك وماعبد المعبود وما
حمد المحمود وماقصد المقصود وما
وجد الموجود. واما عظمت شان پس این
هم اگر خلق نبوی و خلق احمدی و شان او اراده
کرده شود بقیاس قرین راستی است البته بماند
این جا خدشهٔ آن راهم زائل می کنم این که حمد
پیش معتزله بمقابله فعل غیر اختیاریه است نه که اختیاریه
چه که نزد شان مرجعش خود عبد است چنانکه عبد را
خالق آن قرار داده اند حالانکه ارباب بصیرت
و اصحاب خبرت اگر اندکے تعمق کنند این اختلاف
را بجز معارضهٔ لفظیه چیزے دیگر نیابند وکیف
لا یکون کذالک می توانم گفت که قدرت
دادن بالاتفاق نزد هر دو فریق از جانب خداست
ولا فعل بالوجه الکمال الا لمن له القدرة
هم مسلم است پس کجا ماند اختلاف در معنی دور از
اختلاف معنی عبارت این گاه آن باشد که عبد
بعد قادر گردانیدن حق سبحانه قادر است بر ایجاد
افعال اختیاریه و قدرت خاصه حق است اجماعاً
و معتزله متاله نیستند و ازین ست که استطاعت

اور رب و فلک ظاہر نہ ہوتے اور نہ معبود معبود ہوتا نہ
محمود محمود نہ مقصود مقصود نہ موجود موجود اور عظمت شان
سے بھی اگر خلق نبوی و خلق احمدی اور اونکی شان
مراد لی جائے تو ٹھیک ہوسکتا ہے البتہ یہان پر ایک
خدشہ رہ جاتا ہے اوسے بھی مین دور کیئے دیتا ہون
وہ یہ کہ معتزلہ کے نزدیک حمد بمقابلہ فعل غیر اختیاری
کے ہے نہ اختیاری کے کیونکہ اونکے نزدیک جیسے اپنے
افعال کا خالق خود بندہ ہے ویسے اوسکا مرجع بھی
خود بندہ ہی ہے حالانکہ سمجھداروں کو تھوڑا غور کرنے
سے یہ اختلاف بجز معارضہ لفظی اور کچھ نہ معلوم ہوگا
اور کیون ایسا نہین ہوسکتا کیونکہ قدرت دینا بالاتفاق
خدا کی طرف سے ہے اور فعل بوجہ کمال اوسی کے
لیے ہے جسے قدرت ہے یہ بھی مسلم ہے تو پھر
معنوی اختلاف کہان رہا اب عبارت کے معنے
یہ ہوے کہ خدا کے قادر کرنے سے بندہ ایجاد
افعال اختیاریہ پر قادر ہے کیونکہ قدرت بالاتفاق
خدا سے مخصوص ہے اور معتزلہ متالہ[1] نہین
ہین۔ اسی لیے ان کے نزدیک استطاعت

[1] متالہ عبادت کنندۂ حق مثالہین حکمای صاحب اسلام ۱۲

نزد ایشان سابق است از افعال و نزد اشاعرہ
و ماتریدیہ ایجاد و اقتدار ہر دو برائے حق اند و عبد
بیکار از ہر دو فاعرف و انصف

افعال سے سابق ہے اور اشاعرہ و ماتریدیہ کے
نزدیک ایجاد و اقتدار دونون خدا کے لیے ہین اور
بندہ دونون سے بیکار ہے۔

قولہ اَلْقَوِیِّ سُلْطَانُہٗ

اقول سلطان بروزن فعلان است بمعنی والی
و حجت و قدرت مشتق از سلطنت بمعنی قہر و غلبہ
کذا فی المنتخب و قوی بمعنی توانا اسے غلبہ او
قویست در غالبیت بخلاف غلبہ سلطان عالم
امکان کہ او بسبب امکان خویش قوت غلبہ
ہم ممکن دارد و فی الواقع ؎ چہ نسبت خاک را
با عالم پاک + سلطان الٰہی محیط ہر شی است و
آخذ ہر موجود بناصیتہا وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ
اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا سطوت غیر پیش
سطوتش چون مشعل در بروے آفتاب
پرتوے ندارد و بسان خار و خس پیش گل
رنگ و بوئے نیارد آن را شانے دیگر است و
این را آنے دیگر و الحق ؎

سلطان فعلان کے وزن پر ہے جس کے
معنے والی وحجت و قدرت کے ہین اور یہ سلطنت
سے مشتق ہے جس کے قہر و غلبہ کے معنے ہین ۱۲
منتخب اور قوی بمعنی توانا یعنی اوس کا غلبہ اپنی
غالبیت مین قوی ہے [illegible] دنیاوی بادشاہون
کے جن کی قوت غلبہ بھی بوجہ امکان ممکن ہے
اور واقعی عالم پاک سے خاک کو کیا نسبت سلطان
الٰہی ہر شے کو محیط اور ہر موجود پر قادر ہے۔ کوئی
زمین پر چلنے والی چیز ایسی نہین جس کی
پیشانی وہ نہ پکڑے ہو غیر کی سطوت اوس کی
سطوت کے روبرو مشعل و آفتاب کی طرح ہے
یا جیسے کوڑا پھول کے مقابلے مین اوس کی شان
ہی اور ہے اور اوس کی آن ہی دوسری ؎

جلوہ اش ہر دم بشانے دیگر ست
ہر کسے راز د بیانے دیگر ست

اوس کا جلوہ ہر گھڑی نئی شان سے ہے۔
اور ہر شخص کا اوس کی صفت مین نیا بیان ہے

قوله الظّاهر احسانهٗ

اقول یعنی احسان او ظاہر است محتاج باستدلال نیست ظہورش زیادہ ازین چہ خواہد بود کہ خلق را از بطون بعالم ظہور آوردہ خود را ملباس تقید پوشید و با این ہمہ پوشیدگی آشکار است و با این ہمہ آشکارائی پوشیدہ کہ خلایق از ادراک ذات او عاجز اند واگر در متونؔ[1] بطون رقم ظہور نمی پذیرفت شرح حال یکے از ممکنات ممکن نمی شد۔ واگر بہ مکتب ظہور درس نمید او ہمہ جاہل می بودند و نزول قرآن فائدہ نمی بخشید پس این ہمہ احسان اوست

والاحسان ان تعبد الله كانك تراه

وان لم تكن تراه فانه يراك وحاصل این دوام حضور بذات الٰہی و انجذاب حسّی و روحی و ذوق و شوق و جمعیت قلبی است و استغراق در مشہود خود و علم الیقین باین کہ ہمہ شی کہ ہست از وجود و عقل وغیرہ ہمہ نعمت اوست

یعنی اوس کا احسان ظاہر ہے کسی دلیل کا محتاج نہین اس سے زیادہ اوس کا ظہور اور کیا ہوگا کہ خلق کو عالم بطون سے عالم ظہور مین لایا اور خود ملباس تقید چھپ گیا اور اس قدر چھپ جانے پر بھی ظاہر اور ظاہر ہونے پر پوشیدہ ہے کہ خلق اوسکی ادراک ذات سے عاجز ہین اگر متونؔ[1] بطون مین وہ رقم ظہور نہ فرماتا تو کسی ممکن کی شرح حال نہ ہوسکتی اور اگر مکتب ظہور مین درس نہ دیتا تو سب جاہل رہتے اور نزول قرآن کا کوئی فائدہ نہوتا تو یہ سب اوس کا احسان ہے اور احسان کے یہ معنے ہین کہ اللہ کی عبادت یون کرو گویا تم اوسے دیکھتے ہو اور اگر تم نہین دیکھتے تو وہ تم کو دیکھتا ہے جس کا حاصل دوام حضور اور انجذاب حسی و روحی و ذوق و شوق و جمعیت قلبی اور اپنے مشہود مین استغراق ہے اور اس کا علم الیقین کہ تم مین جو چیزین عقل وغیرہ پائی جاتی ہین یہ سب اوس کی نعمت ہے۔

قوله الباهر حجّته وبرهانه

اقول باہر بکسر ہا بمعنی روشن و ظاہر کذا فی المنتخب

باہر بکسر ہا بمعنے روشن و ظاہر ۱۲ منتخب

[1] متون جمع متن ۱۲

وبرہان بمعنی غلبہ برخصم کردن لے غالب است	اور برہان دشمن پر غلبہ کرنا یعنی اوس کی دلیل ہر
دلیل او بر ہر حجت وبرہان زیراکہ وجود ہر شے	حجت وبرہان پر غالب ہے کیونکہ ہر شے کا وجود
ناطق است بر عظمت موجدے باین ایجاد و	عظمت موجد پر بوجہ اوس ایجاد کے ناطق ہے اور
بغلبہ حجت وبرہان او ہمہ بزبان حال وقال	اوس کے غلبہ حجت وبرہان کی تمام حال وقال
معترف اند وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ	کی زبانین مقر ہین اس ارشاد کے موافق کہ اگر
السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ وحجت ایکہ	تم اونسے پوچھوگے کہ آسمان وزمین کس نے پیدا
براے او حجت وبرہان است برلے ملخروج	کیے تو وہ کہین گے کہ اللہ نے اور جسطرح اُسکے لیے حجت
از نفس وعصیان ورجوع باعتراف آن ست	و دلیل ہے ویسے ہمین بھی نفس سے نکلنا اور گناہون
کہ با انم کہ اورا منت و احسان شان است و	سے توبہ اور اسکا اقرار کرنا [illegible] اسکا کام عنایت و احسان
مارا اقرار عبودیت از زبان و ایقان بالجنان	ہے اور ہمارا کام [illegible] زبان سے عبودیت کا اقرار اور قلب سے یقین ہے

قوله المحتجب بالجلال

اقول محتجب اسم فاعل است از احتجاب بمعنی پردہ	محتجب احتجاب کا اسم فاعل ہے پردہ کرنے کے معنے
گرفتن یعنی پردہ گیرندہ است از جلال خود بر	مین یعنی اپنے جلال سے اپنی ذات کا پردہ پوش
ذات خویش لطیفہ توان دانست کہ اطلاق	ہے لطیفہ جاننا چاہیے کہ خداوند تعالی پر محتجب
احتجاب بر حق سبحانہ صحیح است نہ محجب زیراکہ محجوب	کا اطلاق صحیح ہے نہ محجب کا کیونکہ محجوب وہ ہے جسکا حجاب
آنکہ حجابش از خارج باشد و محتجب آنکہ حجاب او	خارجی ہو اور محتجب وہ جس کا حجاب ذاتی ہو تو صفات
از نفس خود بود پس صفات واجب پردہ واجب	واجب پردہ واجب ہوے ورنہ غیر سے کامل
شدند تا لا یلزم الاستکمال بالغیر سیاق	ہونا لازم آتا اور سیاق عبارت یہ ہے کہ وہ ذات
عبارت این است الذی دخل فی الحجاب	جو بصفت عظمت وجلال اغیار سے حجاب مین

عن الاغیار بصفة العظمة والجلالة
وازینجاست که رویت از متشابهات شد
الاعتقاد بھا حق وکیفیتھا غیر مدرك
اما عارفین که دایم در تجلی وشهود اند پس متحیر اند
عقول شان در کنه ذات ومی گویند که تفکر
این جا مضمحل است پس توسل جستند اوشان
باو از عشق ومحبت نه بعقل بلکه عقل را در وصول
حائل پنداشتند والعشق عندهم جنون الٰهی
وباهم دیگر این فرقه معانی ست که در کتب تصوف
باید نگریست

ہو گئی اور اسی لیے رویت مین شبہہ پڑ گیا کہ رویت
کا اعتقاد برحق اور کیفیت غیر مدرک ہے مگر
عرفا جو ہمیشہ تجلی وشہود مین ہین۔ اور
جن کی عقلین کنہ ذات مین متحیر ہین۔ اور کہتے
ہین کہ تفکر یہان سست ہے تو لوگون نے
عشق ومحبت سے توسل کیا نہ عقل سے بلکہ
عقل کو وصول مین حائل جانا اون کے نزدیک
عشق جنون الٰہی ہے اور اس فرقے نے بہت سے
معانی بیان کیے ہین جو تصوف کی کتابون مین
دیکھنا چاہیے۔

قوله المتفرد بالکمال

اقول متفرد صیغهٔ اسم فاعل است از تفرد یعنی
تنها شدن یعنی یگانه است در کمال وکسے باو
شریک نیست چرا که کمال صفت خاصهٔ خالق
ونقص صفت خلق است

متفرد تفرد سے اسم فاعل کا صیغہ ہے یعنی تنہا
رہنے والا یعنی اپنے کمال مین یکتا ہے۔ کوئی
اوس کا شریک نہین کیونکہ کمال خاص خالق کی
صفت ہے اور نقص خلق کی صفت ہے۔

قوله المرتدی بالعظمة فی الآباد والآزال

اقول مرتدی مشتق من الارتداء بمعنی چادر پوشیدن
آباد جمع ابد که نهایتش نه باشد وآزال جمع ازل
فی الصراح بفتحتین دیرینگی وهمیشگی یقال هو ازلی

مرتدی ارتداء سے مشتق ہے جسکے معنی چادر اوڑھنے
کے ہین آباد ابد کی جمع ہے ابد وہ جسکی انتہا نہو اور آزال ازل
کی جمع ہے صراح مین ہے کہ ازل بفتحتین دیرینگی وہمیشگی کہا جاتا ہے کہ وہ ازلی

وذکر بعض اهل العلم ان اصل هذه الکلمة
قولهم للقدیم لم یزل ثم نسب الی هذا
فلم یستقم الا بالاختصار فقالوا یزلی
ثم ابدلت الیاء الفا لانها اخف فصار
ازلیا کما یقال فی الرمح المنسوب الی ذی یزن
یزنی ازلی وازل آن که ابتدا نباشد یعنی
ملبس است به لباس عظمت وکبریائی چنانکه
می فرماید الکبریاء ردائی والعظمة ازاری
فمن نازعنی فی واحد منهما ادخلته
فی النار ولا ابالی وعظمت وکبریائی ازلی ست
من حیث الابتدا وابدیست من حیث الانتها
وایراد جمع هردو برای تاکید ومبالغه است در
دیمومیت وتعالی ازلا وابدا وعظمت نوریست
به نسبت ذات که مشار الیه بالازار است وتعلقش
باغیر نیست پس عظمت غنای مطلق است وکبریا
نوریست به نسبت غیر که مشار الیه بالردا است و
مراد از کبریا استعلاست فله العظمة والکبریاء
وله العزة والبهاء فی الآباد والآزال -
وسر تقدیم ابد بر ازل آنکه ابد نهایة الشیء فی الوجود

اور بعض اہل علم نے ذکر کیا کہ اس کلمہ کی اصل عرب کا قول
قدیم کے لیے لم یزل ہے پھر جب اسی کی طرف منسوب
کیا گیا تو بغیر اختصار کے ٹھیک نہوا تب اونھون نے
یزلی کہا پھر یا الف سے بدل دی گئی کیونکہ وہ خفیف ہے
تو ازلی ہوگیا جیسے نیزہ منسوب بہ ذی یزن یزنی کہا
جاتا ہے۔ ازلی وازل وہ جس کی ابتدا نہو یعنی ملبس
بلباس عظمت وکبریائی ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ کبریائی
میری چادر اور عظمت میری ازار ہے جو کوئی ان دونون
مجھسے جھگڑیگا اسے میں دوزخ مین ڈالونگا اور کچھ پروا
نہ کرونگا اور اوس کی عظمت وکبریائی من حیث الابتدا
ازلی و من حیث الانتہا ابدی ہے اور دونون کی
جمع لانا تاکید ومبالغہ کے لیے ہے ازلا وابدا اسکی
دیمومیت مین اور عظمت ذات کا وہ نور ہے جو مشار الیہ
بہ ازار ہے اور جسکا تعلق غیر سے نہین تو عظمت غناء مطلق
ہے اور کبریا وہ نور ہے جو بہ نسبت غیر چادر سے
مشار الیہ ہے اور کبریا سے استعلا مراد ہے تو
اوسی کے لیے عظمت وکبریا وعزت وبہا ابا دو
آزال مین ہے اور ابد کو ازل پر اس لیے تقدم
کیا کہ ابد نہایت الشیء فی الوجود ——

را گویند و نہایت عبد در وجود حق سبحانہ است
یعنی بتحقیق وجود حق در ازل و ابد ست نہ غیر او

کو کہتے ہین اور بندہ کی انتہا وجود مین حق سبحانہ ہی تو ازل
و ابد مین حقیقتاً حق ہی کا وجود ہے نہ کسی دوسرے کا۔

قولہ۔ لَا یُصَوِّرُہٗ وَھْمٌ وَّخَیَالٌ وَّلَا یَحْصُرُہٗ حَدٌّ وَّمِثَالٌ ذِی الْعِزِّ الدَّائِمِ السَّرْمَدِیِّ وَالْمُلْکِ الْقَائِمِ الدَّیْمُوْمِیِّ

اقول۔ باید انگاشت کہ ہر چہ در ذہن آید اگر ہر دو
طرفش مساویست آن را شک گویند و اگر راجح است
احد الطرفین پس راجح را ظن و مرجوح را وہم خوانند
بعد ازان اگر مستقر شد شے در خزانہ پس آن را
خیال نامند و خیال قوتےست مرتبہ در موخر
تجویف اول از دماغ پیش جمہور و محقق طوسی در
شرح اشارات گوید کہ وکان الروح المنصوب
فی البطن المقدّم ھو اٰلۃ للحس المشترک
والخیال الّا انّ ما فی مُقدم ذلک البطن
بالحس المشترک اخص و ما فی موخرہ
بالخیال اخصّ غرضکہ آن صورت حافظ جمیع
صور محسوسات است و حافظ تمثیلات بعد غیبت
آنہا و خیال خزانہ حس مشترک است و دلیل این
قول از شرح قدیم چنین مستفاد میشود کہ مثلاً اولاً
صورتے مشاہدہ کردیم بایک زمان غافل ازان ماندیم

جاننا چاہیے کہ جو کچھ ذہن مین آئے اگر اوس کے
دونون پہلو برابر ہون تو وہ شک ہے اور اگر ایک
راجح ہو تو وہ ظن ہے اور مرجوح وہم پھر اگر وہ چیز
خزانہ مین ٹھہر گئی تو وہ خیال ہے اور جمہور کے نزدیک
خیال وہ قوت ہے جو موخر تجویف اول دماغ مین
مرتب ہے محقق طوسی شرح اشارات مین لکھتے
ہین کہ وہ روح جو بطن مقدم مین رکھی گئی ہے وہی آلہ
حس مشترک و خیال ہے مگر یہ کہ جو کچھ اس بطن کے مقدم
مین ہے وہ حس مشترک سے اخص ہے اور جو کچھ موخر
مین ہے وہ خیال سے اخص ہے غرضکہ وہ صورت
تمام صور محسوسات نیز تمثیلات کی اون کے غائب ہونے
پر حافظ ہے اور خیال حس مشترک کا خزانہ ہے۔ اور
اوس کی دلیل شرح قدیم سے یہ پائی جاتی
ہے کہ مثلاً پہلے ہم نے ایک صورت دیکھی
اور کچھ دنون اوس سے غافل رہے۔

و بار دیگر مشاہدہ اش کردیم میتوانیم گفت کہ این
ہمان شے بجنسہ است اگر آن صورت در محفوظ
نماند در زمان ذہول ممتنع است این حکم کردن و
وہم قوتے ست مرتبہ در دماغ لیکن آن اشد ارتباطا
با آخر تجویف اوسط از دماغ دارد و ادراک می کند
معانی جزئیہ راکہ مدرک بحواس ظاہر نشدہ اند و
آن معنی در محسوسات موجود اند ہچو تیکہ در شاۃ
حاکم است باین کہ از گرگ ورا فرار اولے است و
عز و عزت ہر دو مترادف اند سرمدی بمعنی دائمی
ملک بالضم بمعنی معروف و حد در لغت نہایۂ
شے را گویند و در اصطلاح منطقیین آنکہ مرکب باشد
از اجزاء دخلی یا خارجی و مثال صورت شی را گویند
معنی آنکہ کنہ ذات او در تصور و خیال نمی آید و آنچہ
کہ آید وہم و خیال است و اللہ خالق الوہم و الخیال
فکیف لا یکون عنہما المتعال و علاوہ برین
وہم و خیال در معرض زوال است و آن بر واجب
محال کہ او دائم و قدیم است ٥

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

پھر دوبارہ اوسے دیکھا تو کہہ سکتے ہین کہ بجنسہ
یہ وہی چیز ہے اگر وہ صورت بزمانۂ غفلت وہم مین
محفوظ نہ رہتی تو یہ حکم نہین کیا جا سکتا تھا اور وہم
وہ قوت ہے جو دماغ مین مرتب ہے مگر وہ آخر تجویف
اوسط دماغ سے زیادہ مرتبط ہے اور اون معانی جزئیہ
کا ادراک کرتی ہے جو حواس ظاہر سے ادراک نہین
کیے جاتے اور یہ محسوسات مین بھی ہے جیسے وہ قوت
جو بکری کو بھیڑیے سے بھاگنے کا حکم دیتی ہے اور
عز و عزت دونون کے ایک معنی ہین سرمدی بمعنی
دائمی ملک بالضم بمعنی مشہور اور حد لغت مین نہایۂ
شے کو کہتے ہین اور منطقیین کی اصطلاح مین وہ جو
اجزاے داخلی یا خارجی سے مرکب ہو اور مثال صورت
شے کو کہتے ہین معنے یہ ہوے کہ اوسکی کنہ ذات تصور و
خیال مین نہین آتی اور جو کچھ آتی ہے وہ وہمی و خیالی
ہے اور اللہ خالق وہم و خیال ہے وہ کیسے اون سے
بزرگ نہوگا علاوہ اسکے وہم و خیال زوال پذیر ہین اور
زوال واجب محال ہے کیونکہ وہ دائم و قدیم ہے ٥

اے خیال و قیاس و گمان و وہم سے برتر
اور اوس سے بھی جو لوگون نے کہا اور ہم نے سنا اور پڑھا

فارسی	اردو
ولاحدّ له ای لامنتهی له ولاجزء له ذهنًا و	اوس کی حد یعنی انتہا نہین اور نہ اوسکا ذہنی وخارجی
خارجًا کما علم فی الکتب الکلامیة والحکمیة	کوئی جزء ہے چنانچہ کتب حکمت وکلام سے معلوم ہوتا ہے
ومثل نیست مراو را لیس کمثله شئ صاحب	اور نہ اوس کا مثل ہے کیونکہ اوسکے مثل کوئی چیز نہین
عزت دائم سرمدیست وملکش درکمال جلال قائم	عزت دایم سرمدی ہے اور اوسکا ملک یکسان جلال قائم
وابدی وخواہ معنی این گیرند کہ دائم در تقیید است فافہم	وابدی اور خواہ یہ معنی لین کہ ہمیشہ تقیید مین ہے۔

قوله والقدرة الممتنع الادراك كنهها والسطوة المستوعر طريق استيفاء وصفها

فارسی	اردو
اول قدرت بمعنی توانائی والسطوة فی الاصل	قدرت بمعنی طاقت اور سطوت اصل مین صولت ہے
الصولة والمراد منه القهر واستیعار درشت داشتن	جس سے قہر مراد ہے اور استیعار کے معنے سخت ہونے
واستیفا کامل گرفتن یعنی قوت حقه پاک ست	اور استیفا کے کامل لینے کے ہین یعنی قوت حق حرکت
ازحرکت وسکون وخروج ودخول ومادیت وآلیت	وسکون وخروج ودخول ومادیت وآلیت زمان و
وزمان ومکان وسایر مایحتاج الیه وضد آن عجز	مکان وغیرہ سے پاک ہے اور اوسکی ضد عجز ہے اور
است درای وجود واجب سه مراتب اند مرتبه	وجود واجب کے تین مرتبے ہین مرتبہ اول ذات
اولی ذات است قطع نظر از صفات ومرتبه ثانیه	قطع نظر از صفات مرتبہ دوم صفات جمال جو
صفات جمال که صفحات اند درین مرتبه تجلی ذات	صفحات ہین اس مرتبے مین تجلی ذات پردہ صفات
درکسوت صفات بود ومرتبه ثالثه قدرت است	مین ہوتی ہے۔ مرتبہ سوم قدرت۔ اسی مرتبہ مین
ودرین مرتبه فعل وایجاد است وجمع جمیع مراتب	فعل وایجاد ہے اور جمع جمیع مراتب وحدانی الذات وصفات
وحدانی الذات والصفات است پس موجودات	ہے تو موجودات اور اون کی ایجاد اسی مرتبہ سے
وایجاد آنها درین مرتبه است پس دشوار گردید ادراک	ہے لہذا اوس کی کنہ قدرت وسطوت کا ادراک دشوار
کنه قدرت وسطوت او وپاک است از عالم ایجاد	ہے اور اوس کا فعل عالم ایجاد سے پاک ہے

وفعل او و آنحضرت صلعم نور اوست و حجت و برہان او
وعبد و رسول او و ایجاد عالم بسبب تکوین ازلی است
در عالم قدرت کہ پاک است از تعلق زمان و مکان
و مشار الیہ کن فیکون است بلمح الطرف کہ الطف
از لمح بصر است زیرا کہ بصر اگرچہ در غایت لطافت
است لیکن از اکوان عالم حکمت اشارہ کردہ می شود
بسوے عالم قدرت و در عالم حکمت خلق السموات
والارض فی ستۃ ایام چہ کہ در آن وسعت است
و تعلق بزمان و مکان پس این در ظاہر است و
آن در غیب و ہمین سر معراج ست پس حکمت در
قدرت این ست و قدرت در حکمت چنین پس
ہر دو دو وصف اند از کمالات وجود واحد و قدرت
عالم وحدت ست و حکمت عالم کثرت پس وحدت
در کثرت است و کثرت در وحدت

اور آنحضرت صلعم اوس کے نور و حجت و عبد و رسول
ہین اور ایجاد عالم عالم قدرت مین بوجہ تکوین ازلی
کے ہے جو تعلق زمان و مکان سے پاک ہے اور
کن فیکون کا مشار الیہ ہے بلمح الطرف جو لمح بصر سے
بھی زیادہ لطیف ہے کیونکہ بصر اگرچہ نہایت لطیف ہے
مگر یہان اکوان عالم حکمت سے عالم قدرت کی طرف
اشارہ کیا جاتا ہے اور عالم حکمت مین آسمان و زمین
چھ روز مین پیدا کیے گئے کیونکہ اوس مین وسعت ہے
اور زمان و مکان سے تعلق ہے تو یہ ظاہر مین ہے
اور وہ غیب مین ہے اور یہی معراج کا راز ہے قدرت
مین حکمت یہ ہے اور حکمت مین قدرت وہ تو یہ دونون وجود
حق کے کمالات سے دو وصف ہین۔ قدرت
عالم وحدت ہے اور حکمت عالم کثرت و حدت کثرت
مین ہے اور کثرت وحدت مین۔

قوله نَطَقَتِ الْكَائِنَاتُ بِأَنَّهُ الصَّانِعُ الْمُبْدِعُ وَلَاحَ مِنْ صَفَحَاتِ ذَرَّاتِ الْوُجُودِ بِأَنَّهُ الْخَالِقُ الْمُخْتَرِعُ

اقول کائنات بمعنی موجودات و مخلوقات اما ایراد
این تخصیص بعد تعمیم دال است بر کمال اظہار ہر یک مر
ربوبیت حق را آرے سے ہر گیا ہیکہ بر زمین روید

کائنات بمعنی موجودات و مخلوقات لیکن تعمیم کے
بعد تخصیص لانا اس کی دلیل ہے کہ ہر چیز سے ربوبیت
حق بخوبی ظاہر ہوتی ہی بیشک سے جو گھانس زمین سے نکلتی ہے

وحدہٗ لا شریک لہٗ گوید۔ مُبدِع صیغہ اسم فاعل است
یعنے از خود چیزے پیدا کنندہ بلا سبب و مادّہ کذا
فی الکشف و میر سید شریف در تعریفات الاشیاء
گوید الابداع ایجاد الشیء من لا شیء وقیل
الایجاد تاسیس الشیء عن الشیء والخلق
ایجاد شیء من شیء والابداع اعم من
الخلق ولذا قال بدیع السمٰوات والارض
وخلق الانسان ولم یقل بدیع الانسان
وقیل ایجاد شیء غیر مسبوق بمادۃ ولا زمان
کالعقول وھو یقابل التکوین والاحداث
لکونہ مسبوقا بالزمان و بینھما تقابل
التضاد ان کانا وجودیین و تقابل
الایجاب والسلب ان کان احدھما وجودیا
والاخر عدمیا ویعرف ھذا من تعریف
المتقابلین انتھی و لاح مشتق از لوح ست بمعنی
روشن و پیدا شدہ کذا فی المنتخب والصراح المخترع
ایجاد کنندہ و کار بیرون آرندہ کذا فی المنتخب و
در نطق جمادات و نباتات اختلاف ست بعضی
منکر اند و می گویند کہ مراد از نطق ایشان صورت

وہ توحید کا اقرار کرتی ہے مبدع اسم فاعل کا صیغہ ہے
جسکے معنے از خود بلا سبب مادہ کوئی چیز پیدا کرنے والے
کے ہین ۱۲ کشف اور میر سید شریف تعریفات الاشیاء
مین لکھتے ہین کا ابداع شے کا لا شے سے ایجاد کرنا اور
بعض کے نزدیک ایجاد کسی چیز کی دوسری چیز سے
بنیاد رکھنا اور خلق ایجاد شے از شے اور ابداع خلق سے
عام ہے اسی لیے اللہ تعالے نے بدیع السموات
والارض اور خلق الانسان فرمایا اور بدیع الانسان نہ
فرمایا اور بعض کے نزدیک ایجاد شئی غیر مسبوق بمادہ و
زمان جیسے عقول اور وہ بوجہ اوسکے مسبوق بالزمان
ہونے کے تکوین واحداث کے مقابل ہے اور ان
دونون مین تقابل تضاد ہے اگر دونون وجودی
ہون اور تقابل ایجاب وسلب ہے اگر ایک وجودی
اور دوسرا عدمی ہو اور یہ متقابلین کی تعریف سے
پہچانا جاتا ہے اور لاح لوح سے مشتق ہے بمعنی
روشن وظاہر ۱۲ منتخب وصراح۔ مخترع ایجاد
کرنے والا ۱۲ منتخب ۔ اور جمادات و
نباتات کے نطق مین اختلاف ہے بعضے منکر
ہین کہتے ہین کہ نطق سے اون کی موجودہ صورت

موجودگی ایشان است که دال است بر وجود صانع و
مختار شیخ اکبر این است که ایشان را نطق قولی
هم است واستدلال شان بدین آیهٔ کریمه است
وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰکِنْ لَّا
تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ و همین است مختار محققین
صوفیه حاصل معنی این که گویا اند مخلوقات تمامها
باین که اوست صانع پیدا آرندهٔ ناپدیدگان و
درخشان است از صفات ذات وجود این که
اوست خالق و وجود بخشندهٔ موجودات

مراد ہے جو وجود صانع کی دلیل ہے اور حضرت
شیخ اکبرؒ کے نزدیک نطق قولی بھی اونمین ہے
اور وہ اس آیت سے دلیل لاتے ہین کہ کوئی چیز
ایسی نہین جو اوس کی حمد نہ کرتی ہو مگر تم اون کی
تسبیح نہین سمجھتے اور محققین صوفیہ کا بھی یہی
مذہب ہے مطلب یہ ہوا کہ تمام مخلوقات اس کی
قائل ہے کہ وہی صانع ہے ناپید کو ظاہر کرنے والا
اور ذات وجود کے صفات سے یہ بات ظاہر ہے
کہ وہی خالق اور موجودات کو وجود بخشنے والا ہے

قوله وَسَمَ عَقْلَ الْاِنْسَانِ بِالْعَجْزِ وَالنُّقْصَانِ وَاَلْزَمَ فَصِیْحَاتِ الْاَلْسُنِ وَصْفَ الْحَصْرِ فِیْ حَلْبَةِ الْبَیَانِ

اقول الوسم بالفتح نشان کردن وعیب و داغ
کذا فی الصراح فصیحات بر وزن فعیلات جمع
فصیحه است مشتق از فصاحت بمعنی کشاده سخن
گفتن وتیز زبانی وخوشگوئی کذا فی المنتخب و در
اصطلاح علم معانی خالی بودن کلام از ضعف
الفاظ که زبان زد خلایق نباشند واز ترکیب
کلمات یعنی تراکیب نامانوس والفاظ ثقیل و
درشت و اجتماع دو حرف از یک جنس که موجب
ثقل است چنانکه جمع علم وصدق قول که دو عین

وسم بالفتح نشان وعیب و داغ ١٢ صراح۔ اور
فصیحات بروزن فعیلات جمع فصیحہ فصاحت سے
مشتق ہے بمعنی تیز زبانی وخوشگوئی ١٢ منتخب اور
اصطلاح علم معانی مین کلام کا اون الفاظ
سے خالی ہونا جو عام طور پر زبان زد نہون۔
اور نہ ایسے کلمات سے مرکب ہو جس کی ترکیب
الفاظ غیر مانوس وثقیل سے ہو یا دو حرف
ایک جنس کے جو سبب ثقل ہین جمع ہون جیسے
جمع علم وصدق قول کہ اس مین دو عین

دردوقاف جمع شده اند کذا فی مختصر المعانی اَلْاَلْسُنْ
جمع لسان و آن معروف ست و حلبة بمعنی میدان
یعنی داغدار کرد عقل کامل انسان را که آن عقل
انبیاء و اولیاء راست با کمال ادراک و جمال فصاحت
و با عجز موصوف گردانید چنانچه در حدیث آمده
لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ
عَلٰی نَفْسِکَ لیکن با این همه نوازش است که
دوستان را اسماط عجز بر جبین نه پسندید و بر زبان
امیر المومنین ابوبکر راند العجز عن درک الادراک
ادراک و همین است سرّ در این که اسماء آلهیه جملہ
توقیفیه اند وسعت نمی تواند یافت احدے با ین که
تسمیه کند حق سبحانه را و ثنا کند از نفس خود و با این همه
جمله خلایق به عقول خویش می شناسند او را و به
زبان خود می خوانند او را و او قبول می کند دعاے
هر یک را فافهم

و دو قاف جمع ہین ۱۲ مختصر معانی الالسن جمع
لسان بمعنی زبان اور حلبہ بمعنی میدان یعنی عقول
انسان کامل کو جو انبیاء و اولیاء ہین کمال ادراک
و جمال فصاحت کے باوجود داغدار اور عجز سے
موصوف کیا حدیث مین ہے کہ لا احصی ثناء[1]
علیک الخ - لیکن پھر بھی یہ نوازش ہے کہ
دوستون کی جبین نیاز پر داغ عجز دیکھنا
پسند نفرمایا حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق
کی زبان مبارک سے کہلوا دیا کہ ادراک کے ادراک
سے عاجز ہونا یہی ادراک ہے اور یہی کل اسماء
آلہیہ کے توقیفیہ ہونے کا راز ہے کسی مین یہ
طاقت نہین جو خود خدا کی حمد و ثنا کرے
پھر بھی سب اپنی عقلون سے اوسے پہچانتے
اور اپنی زبان مین دعا مانگتے ہین اور وہ ہر
ایک کی دعا قبول کرتا ہے -

[1] نہین شمار کر سکتا ہون تیری تعریف جیسی کہ تو نے اپنی ذات پر تعریف کی ۱۲

قوله وَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ الْكَرِيْمِ اَجْنِحَةَ طَائِرِ الْفِكْرِ وَسَدَّتْ تَعَزُّزًا وَجَلَالًا
مَسَالِكَ الْوَهْمِ وَالظَّنِّ فَطَائِحُ الْبَصِيْرَةِ تَغَطْبًا وَاِجْلَالًا وَلَمْ يَجِدْ مِنْ تَوَرُّطِ الْهَيْبَةِ فِيْ
فَضَاءِ الْجَبَرُوْتِ مَجَالًا فَعَادَ الْبَصَرُ كَلِيْلًا وَالْعَقْلُ عَلِيْلًا وَلَمْ يَنْتَهِ اِلٰى كُنْهِ الْكِبْرِيَاءِ سَبِيْلًا

اقول - اَحْرَقَتْ مشتق از احراق بمعنی سوختن سُبُحَاتْ

احرقت احراق سے مشتق ہے جسکے معنی جلانے کی ہین سبحات

بضم سین و بای عظمت و جلال و جبه ذات آلکریم
بروزن فعیل از کرم بکریم بمعنی مَن کثر نفعه و خیره
اجنحه بروزن افعله جمع جناح بمعنی بازو و سدّت
بمعنی منعت فضاء الجبروت باید دانست که در اصطلاح
صوفیه این چند الفاظ اند جبروت لاہوت ناسوت
ملکوت ـ جبروت صیغه مبالغه از جبر بمعنی قهر و سلطنت
و در اصطلاح عبارت است از صفات فعلیه چون
ایجاد و اعدام و تغیر از حالے بحالے و نیز جبروت
صفات و افعال را گویند ہمچو تخلیق و ترزیق و نزد
ابوطالب مکی جبروت عالم عظمت را گویند که مراد ازان
عالم صفات و اسماء الٰہیه بود و در سراج القلوب می نویسد
که لاہوت عالم ذات است و جبروت عالم صفات
و ملکوت عالم ملائکه و ارواح و ناسوت عالم حیوانات
و نباتات و جمادات انتہی و ہمچنین است در شرح طوالع
و مراد از مرتبه لاہوت غیب مطلق و احدیت ذات
بحت و وراء الوراء که مبدء کل و منقطع الاشارات
است و مراد از مرتبه ناسوت عالم شهادت است
و منتهاے تعینات که عبارت از اشیاء کونیه مرکبه
متکیفه که قبول تجزّی و خرق و التیام می کنند

بضم سین و بای عظمت و جلال وجه ذات کریم بر
وزن فعیل کرم بکیم سے بمعنی صاحب نفع و خیر کثیر
اجنحه بروزن افعله جمع جناح بمعنی بازو اور سدّت
یعنی روک دیا فضاء الجبروت جاننا چاہیے کہ
اصطلاح صوفیه مین یه چند الفاظ ہین جبروت لاہوت
ملکوت ناسوت ـ جبروت جبر سے مبالغه کا صیغه ہے
بمعنی قہر و سلطنت اور اصطلاح مین صفات فعلیه سے
مراد ہے جیسے ایجاد اور اعدام اور ایک حال سے دوسرے
حال مین تغیر اور صفات و افعال کو بھی جبروت
کہتے ہین جیسے تخلیق و ترزیق اور ابوطالب مکی کے
نزدیک عالم عظمت کو جبروت کہتے ہین جس سے
عالم صفات و اسماء الٰہیه مراد ہین سراج القلوب مین
ہے کہ لاہوت عالم ذات ہے اور جبروت عالم صفات
اور ملکوت عالم ارواح و ملائکه اور ناسوت عالم حیوانات
و نباتات و جمادات انتہی اور ایسا ہی شرح طوالع مین بھی
ہے اور مرتبه لاہوت سے غیب مطلق و احدیت ذات بحت
و وراء الوراء و مبدء کل و منقطع الاشارات مراد ہے اور
مرتبه ناسوت سے عالم شہادت اور منتہاے تعینات مراد
ہے یعنی اشیاء کونیه مرکبه متکیفه جو تجزّی و خرق و التیام قبول کرتی ہین

فائدۂ جلیلہ بدانکہ اول کسی کہ تکلم کرد بہ لاہوت نصارے اند کہ گفتہ اند درحق عیسی علیہ السلام

تدرج اللاہوت بالناسوت بعد ازان استعمال کرد اورا سفیان ثوری واتباع او از صوفیہ۔ حاصل معنی آنکہ سوخت جلال ذات و انوار عظمت او بازوے طائران فہم را وبست بکمال عزت وجلالت راہ وہم وفہم راکہ نمی رسد بسوے او وہم زیراکہ ذات او عزوجل است از ادراک وافہام ما وطائران فہم ووہم نمی توانند پرید مگر در عالم امکان وپوشید شعاع بصیرت باطنی را بہ تعظیم واجلال کہ شان نوازش کبریا ذوالجلال است ونیافت عقل از فرط ہیبت درمیدان ذات بحث مجال پس باز آمد بصر کند وعقل بیمار چنانکہ بداہۃً ظاہر است کہ از نظر بر شعاع مہر چہ مایہ بصر خیرگی می کند حاصل امر عجز از کنہ کبریائی عین کنہ بینائی است ہر کہ تا آنجا رسید بدولت این دولت گران مایہ عجز رسید

فائدۂ جلیلہ لفظ لاہوت پہلے پہل نصارے بولے جنھون نے حضرت عیسے علیہ السلام کے حق مین کہا

کہ تدرج اللاہوت بالناسوت پھر اس لفظ کو سفیان ثوری اور اتباع صوفیہ نے استعمال کیا غرض کہ اوس کے جلال ذات و انوار عظمت نے طائران فہم کے بازو جلا دیے اور کمال عزت جلالت سے وہم وفہم کے راستے بند کر دیے کہ وہم وہان تک نہین پہونچتا ہے کیونکہ اوسکی ذات سمجھ اور ادراک سے برتر ہے اور طایران فہم و وہم سوا عالم امکان کے نہین اوڑ سکتے اور شعاع بصیرت باطنی کو تعظیم واجلال سے جو شان نوازش کبریا ذوالجلال ہے چھپا دیا اور عقل نے فرط ہیبت سے میدان ذات بحث مین مجال نہ پائی لہذا بصر چوندھیا کر اور عقل بیمار ہوکر واپس آئی چنانچہ بدیہی بات ہے کہ شعاع آفتاب پر نظر کرنے سے آنکھ کیسی چوندھیا جاتی ہے غرضکہ کنہ کبریائی سے عجز ہی بینائی ہے جو وہان تک پہونچا اسی کی بدولت پہونچا۔

قوله فسبحان من عرفت معرفته كو لا اعترافه وتعذر على العقول تحديد تكليفه

اقول۔ استعمال لفظ سبحان ہرچند گونہ آمدہ درمعنی

لفظ سبحان کا استعمال کئی طرح پر آیا ہے بعض

مصدر بروزن غفران و فعل ثلاثی او سبح است و
در قاموس است سبح کمنع سبحانا و سبح تسبیحا
قال سبحان الله ای تنزیها لله من الصاحبة
والولد و گاہے علم مصدر کہ آن تسبیح است و
درین ہنگام بروزن عثمان خواہد بود و بر استعمال
اول مضاف است و بر استعمال ثانی مقطوع الاضافة
پس تقدیر آنکہ سبحته سبحانا اے بہ پاکی یاد
می کنم خدا را چنانکہ متبادر بودہ است و فی تاج المصادر
التسبیح خدا را بہ پاکی یاد کردن و معرفت و شناسائی
یعنی پاک است آن کہ عزیز است معرفت او اگر
نمی بود شناسانیدن خود او راہر آئینہ دشوار بود
بر عقول حد کردن و کیفیت بیان نمودن گو
کیفیت واقعی اکنون ہم کے میسر مے آید مگر این قدر
می دانیم کہ او خداست و کنہش محال و اگر قدرے
دریافت شدہ پس عقول عرفا را کہ بواسطہ متابعت
نبوی بدو واصل شدہ مقصد حاصل کردہ اند و
این مرتبہ نخواہد یافت مگر کسے کہ از ہستی موہوم برآید

مصدر بروزن غفران جس کا فعل ثلاثی سبح ہے
اور قاموس مین ہے سبح کمنع سبحانا و سبح
تسبیحا قال سبحان الله ای تنزیها لله
من الصاحبة والولد اور کبھی علم مصدر جو تسبیح
ہے اور اس وقت بروزن عثمان ہوگا اور بر استعمال
اول مضاف و بر استعمال ثانی مقطوع الاضافت
پس اصل یہ کہ سبحته سبحانا یعنی خدا کو بہ پاکی
یاد کرتا ہون جیسا کہ متبادر ہے اور تاج المصادر مین
ہے کہ تسبیح خدا کو بپاکی یاد کرنا اور معرفت شناسائی
یعنی وہ پاک ہے جسکی معرفت عزیز ہے اگر اوس کو
خود پہچنوانا نہوتا تو عقول پر اوس کی تعریف مشکل
ہوتی۔ گو اب بھی واقعی تعریف نہین ہو سکتی مگر
اتنا معلوم ہے کہ وہ خدا ہے جسکی کنہ کا ادراک محال
ہے اور اگر کچھ دریافت بھی ہوا تو عرفا ہی کو
جنھون نے بواسطہ متابعت نبوی اوس سے
واصل ہوکر مقصود حاصل کیا اور یہ مرتبہ سوا اوسکے جو
ہستی موہوم سے چھوٹ جائے اور کوئی پا نہین سکتا

قوله ثُمَّ اَلْبَسَ قُلُوْبَ الصَّفْوَةِ مِنْ عِبَادِهٖ مَلَابِسَ الْعِرْفَانِ
وَخَصَّهُمْ مِنْ بَيْنِ عِبَادِهٖ بِخَصَائِصِ الْاِحْسَانِ

اقول صفوة بهر سه حرکت حرف اول و سکون فا
و فتح واو بمعنی برگزیدگی و خلاصه کردن و صاف
شدن و برگزیده و آنچه صاف باشد از غش و
تیرگی کذا فی القاموس ملابس جمع ملبس بفتح میم
و کسرهٔ بای موحده و سین مهمله بمعنی پوشش و
لباس کذا فی الصراح و خصایص جمع خصیصه بمعنی
خوها و اثرها کذا فی غیاث اللغات بعد ازین باید
دانست که شیخ رحمة الله علیه بعد از فراغ توحید آغاز
کرد نعت اصفیاء موحدین و اظهار نعمات آلهیه
خاصه برین اولیاء امت عام وارد اند و بر خاص
طائفه کرام صوفیه صادر پس می فرماید که منجمله احسان
آلهیه این که بپوشانید قلوب بندهای برگزیده را
حلهای عرفان و خاص کرد او شان را از سایر
عباد بخصایص احسان کما قال ان الله یحب
المحسنین و این همه انعام صوفیه را بواسطه
اتباع سید البشر محمد مصطفی صلعم است آری تا آفتاب
نبوت بر دل طالب نتابد راه مقصود خود نیابد
قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی
یحببکم الله۔

صفوة حرف اول کی تینون حرکتون اور سکون فا
اور فتح واو بمعنی برگزیدگی اور خلاصه کرنا اور صاف
ہونا اور وہ جو میل سے صاف ہو ۱۲ قاموس ملابس
جمع ملبس بفتح میم و کسرهٔ بای موحده و سین مهمله
بمعنی پوشش و لباس ۱۲ صراح اور خصایص جمع
خصیصه بمعنی عادت و اثر ۱۲ غیاث جاننا
چاہیے کہ حضرت شیخ رحمة الله علیه نے توحید
سے فراغت پا کر نعت اصفیاء موحدین و نعمات
آلهیه کا جو اولیاے امت پر عموماً اور طائفہ کرام
صوفیہ پر خصوصاً وارد ہین بیان شروع کیا
لہذا فرماتے ہین کہ اور خدا کا احسان یہ ہے کہ
اوس نے خاص بندون کے قلوب کو حلہاے
عرفان پہناے اور اون کو اور بندون سے
بخصوصیت احسان مخصوص کیا چنانچہ فرمایا کہ الله
محسنین کو دوست رکھتا ہے اور یہ تمام بخششین صوفیہ پر
بوجہ متابعت نبوی صلعم ہین جب تک آفتاب نبوت
طالب کے دل پر نہ چمکیگا راہ مقصود نہ ملے گی چنانچہ
ارشاد ہے کہ اگر تم الله کو دوست رکھتے ہو تو میری
پیروی کرو الله تم کو دوست رکھیگا۔

قوله فصارت ضمائرهم من مواهب الانس مملوّة ومرائي قلوبهم بنور القدس مجلوّة

اقول ضمائر جمع ضمیر بمعنی دل مملو بفتح اول و سکون دوم وضم لام وتشدید واو بمعنی پر کرده شده صیغه اسم مفعول است از ملأ دراصل مملوء بود بر وزن مفعول پس همزه بواو بدل کردند و واو را در واو ادغام نمودند مملو شد وفارسیان به تخفیف هم آرند ونیز درست باشد بضم میم اول وسکون دوم وفتح لام بر وزن مکرم درین صورت نیز اسم مفعول است از باب افعال ماخوذ از ملأ بمعنی پر کردن مواهب بفتح میم وکسر ها بمعنی بخششها یعنی حق سبحانه بسبب فضل عظیم وکرم فخیم خود قلوب عرفا را ملابس عرفان پوشانید وبه خصایص احسان مخصوص کرد وضمایر اوشان مملو از مواهب الٰهی وآئینه قلوب شان از نور قدس مجلّی شدند و انس سکون مع الله ویاد واشتغال در جمیع احوال را گویند از روے محبت واشتیاق ادنایش این که اگر سالک در دوزخ افگنده شود انس او ملکدر نشود ومؤید این قول حضرت شیخ جنید در حال ارباب وجد

ضمائر جمع ضمیر بمعنی دل مملو بفتح اول وسکون دوم وضم لام وتشدید واو ملأ سے ماخوذ اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی بھرا ہوا اصل مین مملوء مفعول کے وزن پر تھا ہمزہ کو واو سے بدل دیا اور واو کو واو مین ادغام کر دیا مملو ہوا اور فارسی والے بہ تخفیف بھی لاتے ہین اور بضم میم اول وسکون دوم وفتحہ لام مکرم کے وزن پر بھی ٹھیک ہے اور اس صورت مین بھی اسم مفعول ہے باب افعال سے ماخوذ ملأ سے جس کے معنے بھرنے کے ہین۔ مواہب بفتحہ میم وکسرہ ہا بمعنی بخششین یعنی حق سبحانہ نے اپنے فضل وکرم سے قلوب عارفین کو عرفان کے لباس پہنائے اور بخصایص احسان مخصوص کیا اور انکے ضمائر مواہب الٰہی سے بھر گئے اور آئینۂ قلوب نور قدس سے روشن ہو گئے اور انس سکون مع الٰہی اور اوس ہر وقت مشغول رہنے کو کہتے ہین جسکا ادنے درجہ یہ ہے کہ اگر سالک دوزخ مین پھینکا جائے تو اسکا انس مکدر نہو اور اسکی تائید مین حضرت جنید کا یہ ارشاد ہے جو ارباب وجد

وحال می فرماید کہ وجد واجد آنگہ راست است
کہ شمشیر بر رو خورد و ادراک نکند و نشان صدق
حال ہمین است زیراکہ واردات غیبیہ دل سالک
را چنان می رباید کہ وجود دران حال بے بود محض
گردد و فے الواقع ہمین مصداق قول صاحب
گلشن راز ملا محمود چلیستری است در تعریف عشق
کہ العشق نار یحرق ما سوی المحبوب و
درین زمانہ این از نوادر است کاتب الحروف
از حضرت جدی واستادی مولانا شاہ تقی علی قلندر
قدس سرہ شنیدہ است کہ حضرت خواجہ حسن
مودودی چشتی را کہ از یاران قدوۃ الاعاظم حضرت
شاہ محمد کاظم قلندر بودند یکبار بر دہلی دروازۂ لکھنو
مجلس سماع گرم بود حالتے درگرفت دران حال خود را
از بالاے دروازہ بزیر انداختند مریدیکہ زیر آن
استادہ بود جان فداے پیر کرد و بر ہر دو دست
اوشان را نگہداشت و ایشان را خبرے نہ شد و نیز
میفرمودند کہ یکبار بر تکیۂ شریفہ در عرس حضرت
شاہ محمد کاظم قلندر حضرت خواجہ حسن را حالتے در ربود
در باغ نکلوا متصل درگاہ عالی جاہ حضرت پیر و مرشد

وحال کے بارہ مین ہے کہ واجد کا وجد اوس وقت
ٹھیک ہے کہ جب تلوار مُنہ پر کھائے اور ادراک نہ کرے
اور حال سچے ہونے کا نشان بھی یہی ہے کیونکہ واردات
غیبیہ سالک کے دل کو ایسا اڑا لیجاتے ہین کہ اوس وقت
وجود بے بود محض ہوتا ہے اور واقعی اسی کا مصداق
صاحب گلشن راز ملا محمود چلیستری کا قول متعلق عشق
ہے کہ عشق وہ آگ ہے جو ماسواے محبوب کو جلادے
اور اس زمانے مین یہ بہت کم ہے۔ مین نے اپنے
جد و استاد حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر سے سنا
ہے کہ حضرت خواجہ حسن مودودی چشتی کو جو
حضرت قدوۂ اعاظم شاہ محمد کاظم قلندر کے بڑے
دوست تھے ایک بار دہلی دروازہ لکھنو پر مجلس
سماع مین ایسی کیفیت ہوئی کہ دروازہ پر سے
پھاند پڑے وہان نیچے اون کا ایک مرید کھڑا تھا
اوسنے اپنی جان اون پر فدا کی اونکو اپنے ہاتھون پر
روک لیا مگر ان کو کچھ خبر نہ ہوئی نیز فرماتے تھے کہ ایک
بار تکیۂ شریف پر حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کے
عرس مین حضرت خواجہ حسن صاحب کو حال آیا
نکلوا باغ مین جو حضرت صاحب کی درگاہ کے متصل ہے

برحق شاہ تراب علی قلندر بشاخ درختے تا دیر
آویختند مورچہا گزیدند ایشان را حس نبود و ہم
در مناقب العارفین ملفوظ حضرت مولانا جلال الدین
رومی مرتبہ شمس الدین افلاکی منقول است کہ روزے
مجلس سماع قائم بود مولانا را حالتے در گرفت خود را
در دجلہ انداختند و ہشت روز غرق ماندند صرف
دستے نمایان بود و ہنگامہ سماع بہمان طور برپا ماند
انتہیٰ در کتب قوم مذکور است کہ مراد از وجد وارد است
کہ از حق بر دل آید و باطن را از ہیئت خود بگرداند
باحداث وصفے غالب چون حزنے یا فرحے
جنید گفتہ الوجد انقطاع الاوصاف عند
سمة الذات بالسرور و ابو العباس عطا گفتہ
الوجد انقطاع الاوصاف عند سمة الذات
بالحزن و صاحب وجد کسے بود کہ ہنوز از
حجب صفات نفسانی بیرون نیامدہ باشد و
بوجود خود از وجود حق محجوب بود و گاہ گاہ فرجہ در
حجاب او پدید آید و از انجا پرتوے از نور وجود حق
برو تابد و او را دریابد و بعد ازان دیگر بارہ حجاب
منطبق شود و موجود مفقود گردد پس وجد متوسط بود

ایک آم کے درخت مین لپٹ گئے اور دیر تک
لپٹے رہے اور چیونٹے کاٹا کیے مگر اون کو کچھ حس نہ ہوا
نیز مناقب العارفین ملفوظ حضرت مولانا جلال الدین
رومی مرتبہ شمس الدین افلاکی مین ہے کہ ایک روز
مجلس سماع مین مولانا پر ایک ایسی حالت طاری
ہوئی کہ دجلہ مین پھاند پڑے اور آٹھ روز غرق رہے
صرف ایک ہاتھ نکلا رہا اور سماع بدستور ہوا کیا
انتہی کتب قوم مین مذکور ہے کہ وجد سے وہ وارد
مراد ہے جو حق سے دل پر آوے اور باطن کو اپنی ہیئت
سے بوجہ حدوث کسی وصف غالب مثل حزن و فرح کے
پھیر دے حضرت جنید فرماتے ہین کہ وجد وہ ہے کہ
واجد کے تمام اوصاف اوس وقت بوجہ سرور منقطع
ہو جائین اور ابو العباس عطا کہتے ہین کہ واجد کے
تمام اوصاف بوجہ حزن اوس وقت منقطع ہو جائین اور
واجد وہ ہے جو صفات نفسانی کے حجاب سے نکلا نہو اور
بوجہ اپنے وجود کے وجود حق سے محجوب ہو اور کبھی کبھی اوسکے
حجاب مین فرجہ ہو جاتا ہو اور وہان سے پرتو نور وجود حق اوسپر پڑتا
اور اوسے بیخود کرتا ہو اور پھر دوسری بار حجاب برابر ہوا اور موجود گم
ہو جاے تو واجد وجد سابق و فقد لاحق مین واسطہ ہوتا ہے

میان وجدے سابق وفقدے لاحق ومراد از
وجود آنکه وجود واجد در غلبۂ نور شهود موجود و غائب
و ناچیز گردد چنانکه جنید گفته وجودی ان
اغیب عن الوجود بما یبدو علی من الشهود
پس وجد صفت محدث بود و وجود صفت قدیم
و اشاره بدین معنی است قول ذوالنون الوجود
بالموجود قایم والوجد بالواجد قایم و بیان
این سخن آن که صاحب وجد هنوز از وجود خود
فانی نه شده باشد پس واجد او بود و وجد بوے
قائم و صاحب وجود از وجود خود بکلی فانی شده باشد
و بوجود موجود یعنی حق تعالے قائم و باقی باشد
پس صاحب وجود نه ذات واجد بود یعنی ذات
شده بل ذات موجود یعنی ذات حق و وجود بوے
قائم و بنابراین معنی واجد بحقیقت فاقد وجود خود بود
و فاقد واجد وجود چنانچه شبلی گفته اذا ظننت انی
فقدت فحینئذ وجدت و اذا حسبت
انی وجدت فقد فقدت هر که برویت
وجد خود از شهود وجد موجود محجوب شود و ذره طرب
پدید آید و هر که بشهود وجد موجود از رویت وجد خود

اور وجود سے یہ مراد ہے کہ وجود واجد موجود کے
غلبۂ نور شہود مین غائب ہو جائے چنانچہ
حضرت جنید فرماتے ہین کہ میرا وجود وجود سے غائب
ہونے پر اپنے مشہود سے ہوتا ہے تو وجد حادث
کی اور وجود قدیم کی صفت ہوئی حضرت ذوالنون
مصری کے اس ارشاد مین اسی طرف اشارہ ہے
کہ وجود موجود مین اور وجد واجد مین قائم ہے
یعنی صاحب وجد جب تک اپنے وجود سے فانی
نہ ہوگا واجد کہلائیگا اور وجد اوس مین قائم ہوگا
اور صاحب وجود اپنے وجود سے فانی اور موجود
برحق کے وجود سے باقی ہوگا تو صاحب وجود
ذات واجد نہو گی بلکہ ذات موجود اور وجود
اوس مین قائم ہوگا اور اسی لیے حقیقتاً واجد
وہ ہے جو اپنا وجود کھو دے چنانچہ حضرت
شبلی فرماتے ہین کہ جب مین اپنے کو گم سمجھتا ہون
تو موجود ہوتا ہون اور جب موجود سمجھتا ہون
تو مفقود ہوتا ہون جو شخص اپنے وجد کو دیکھنے
کے سبب سے موجود حقیقی کے وجد کو دیکھنے سے محجوب ہو جاتا ہے
اوسمین طرب ظاہر ہوتا ہے اور جو شخص کہ موجود حقیقی کے وجد کو دیکھنے

مفقود گردد محل طرب از وے ساقط شود چنانکہ
مضمون قول جنید دال برآن ست کہ قد کان
یطربنی وجدی فافقدنی عن رویۃ الوجد
من فی الوجد موجود والوجد یطرب
من فی الوجد لہ راحۃ والوجد عند حضور
الحق مفقود و وجد مقدمۂ وجود است چہ
ہر وجدے در فتح قلعۂ وجود بشری مثابہ منجنیقی است
از عالم جاذبۂ آلہی منصوب تا چون قلعۂ وجود مسلم شود
وجد وجود گردد پس نہایت وجد بدایت وجود
بود یعنی وجود وجد سبب فقد وجود واجد است
و فقد وجود واجد شرط وجود موجود چنانچہ ابوالحسین
نوری گفتہ الوجد فقد الوجود بالموجود
و انچہ شبلی گفتہ الوجد اظہار الموجود و بالجملہ
اسقاط اضافت وجد بخود عین توحید است
و اضافت آن بحق محض جحود چنانچہ بایزید
گفتہ کہ ذکر وجدی جحود توحیدی و
درین معنی شبلی راست الوجد عندی جحود
مالم یکن عن شہود وشاہد الحق عندی
ینفی شہود الوجود و چنانکہ وجد مقدمۂ وجود ست

کے سبب سے اپنے وجد کو نہین دیکھتا اوسمین طرب نہین
پایا جاتا چنانچہ حضرت جنید کا ارشاد ہے کہ کبھی میرا وجد
مجھکو خوش کرتا ہے تو مجھے رویت وجد سے کھو دیتا ہے
اور وجد اوس کو خوش کرتا ہے جسکو وجد مین راحت
ہوتی ہے اور حضور حق مین وجد مفقود ہے اور وجد
مقدمہ وجود ہے کیونکہ ہر وجد قلعۂ وجود بشری کے
فتح مین بمنزلہ منجنیق ہے جو عالم جاذبہ الہی سے نصب
کیا جاتا ہے جسکے فتح ہو جانے پر وجد وجود ہو جاتا ہے
پس انتہاے وجد ابتداے وجود ہوئی یعنی وجود وجد
وجود واجد کے گم ہونے کا سبب ہے اور فقد وجود واجد
شرط وجود موجود حضرت ابوالحسین نوری کے اس ارشاد
مین اسی طرف اشارہ ہے کہ موجود سے وجود کے گم ہوجانے
کو وجد کہتے ہین یا حضرت شبلی نے فرمایا کہ وجد اظہار موجود ہے
غرضکہ اپنی طرف وجد منسوب کرنا عین توحید ہے اور حق
کی طرف منسوب کرنا عین انکار چنانچہ حضرت بایزید نے
فرمایا کہ میرے وجد کا ذکر میری توحید کا انکار ہے اور ایسا
ہی حضرت شبلی فرماتے ہین کہ جب تک وجد شہود سے نہو
انکار ہے اور میرے نزدیک حق کا مشاہدہ شہود وجود کی
نفی کرتا ہے اور جیسے وجد وجود کا مقدمہ ہے

تواجد مقدمۂ وجد است و معنی تواجد است دعا
و استجلاب وجد است بطریق تذکر یا تفکر یا تشبہ
با اہل وجد در حرکات و سکنات بدلالت صدق
و ہر چند تواجد صورتاً تکلف است و تکلف مخالف
صدق ولیکن چون نیت متواجد در صورت تواجد
توجہ کلی بود از برائے قبول امداد فیض رحمانی
و تعریض حقیقی از جہت استنشاق نفحات ربانی
منافی صدق نبود و شریعت درین باب اجازت
داده است بلکہ امر کرده کہ ابکوا فان لم تبکوا
فتباکوا و تواجد صفت اہل بدایت بود و وجد
حال اہل سلوک و وجود حال اہل وصول
واللہ اعلم۔ اے برادر ارباب وجد را حال این ست
اما وجدیکہ درین زمانہ فقرائے جہال قرار داده اند
و مرتکب آن می شوند ہرگز حال نیست اہل دل را
موجب ملال تو ان گفت پس واجدین را اگر
لاعبین گویند سزاوار و مواہب آلہیہ انوار ربانیہ
را گویند و مکاشفات انوار سبحانیہ ادنائے آن
کشف انوار کائنات است و استغراق بنور شاہد
وحدت صاحب این صفت بر مخفیات

ویسے تواجد وجد کا مقدمہ ہے تواجد کے معنے یہ ہین
کہ بطور ذکر و فکر یا مشابہت باہل وجد بحرکات و
سکنات سچائی سے وجد طلب کیا جائے اگرچہ بظاہر
تواجد تکلف ہے جو مخالف صدق ہے مگر چونکہ
اس صورت مین اوس کی نیت امداد فیض رحمانی
اور نفحات ربانی قبول کرنے کی ہوتی ہے لہذا سچائی
کے خلاف نہین اور شریعت نے بھی اس کی اجازت
بلکہ حکم دیا ہے کہ روؤ اور اگر نہ رو سکو تو رلاؤ۔ تواجد
مبتدی کی صفت ہے اور وجد اور وجود اہل
سلوک و اہل وصول کا حال ہے واللہ اعلم
لیکن جو وجد آج کل کے جاہل فقیرون کو
ہوتا ہے یہ ہرگز حال نہین ہے بلکہ اہل دل
کا سبب ملال ہے اس زمانے کے اہل وجد
کو اگر لاعبین کہین تو زیادہ بہتر ہے اور
مواہب آلہیہ انوار ربانیہ و مکاشفات
اسرار سبحانیہ کو کہتے ہین جس کا ادنے
درجہ کشف انوار کائنات و
استغراق بنور مشاہدۂ وحدت ہے ایسا
ہی شخص مخفی امور کا عالم ہوتا ہے۔

خبردار می گردد و با قوال انا الحق و سبحانی ما
اعظم شانی گویا می شود و عبادت می کند
معبود را بحقیقت و مشاہدہ بنور احسان کما قال
علی کرم اللہ وجہہ لا اعبد ربا حتی اراہ

اور اَنَا الحَق و سُبحَانِی مَا اَعظَم شَانِی[1] کہنے
لگتا ہے اور معبود برحق کی عبادت حقیقی اور نور احسان کا
مشاہدہ کرتا ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ
میں نے خدا کی عبادت نہیں کی جب تک اوسکو دیکھ نہیں لیا

قوله فَتَهَيَّأَتْ لِقَبُولِ الْاِمْدَادِ الْقُدْسِيَّةِ وَاسْتَعَدَّتْ لِوُرُوْدِ الْاَنْوَارِ الْعُلْوِيَّةِ

اقول ہرگاہ کہ قلوب صوفیہ بمواہب انس و نور
قدس مجلو شدند برائے قبول امداد قدسیہ و ورود
انوار علویہ مستعد شدند لازم شد او شان را درین
حال کشف و مشاہدہ و دفت شان وقت لی
مع اللہ و حال و مقام آنہا فاینما تولوا فثم
وجہ اللہ گردید گویا حق در جمال ایشان تجلی کرد
پردہ از جمال و جلال خود برداشت

جب قلوب صوفیہ مواہب انس سے بھر گئے اور
نور قدس سے روشن ہو گئے تو امداد قدسیہ انوار علویہ
قبول کرنے کو مستعد ہو گئے اور اس وقت کشف و
مشاہدہ اون کو حاصل ہو گیا اور اون کا وقت
لی مع اللہ اور حال و مقام فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا
فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ[2] ہو گیا گویا حق نے اونمیں تجلی کی
اور اپنے جمال و جلال سے پردہ اوٹھا دیا۔

قوله وَاتَّخَذَتْ مِنْ اَنْفَاسِ الْعِطْرَةِ بِالْاَذْكَارِ جُلَّاسًا وَاَقَامَتْ عَلَى الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ مِنَ التَّقْوٰى حُرَّاسًا وَاشْتَعَلَتْ فِىْ ظُلَمِ الْبَشَرِيَّةِ مِنَ الْيَقِيْنِ نِبْرَاسًا

اقول عطر بالکسر بوئے خوش و عطار خوشبو فروش
جلاس جمع جلیس تقوے بمعنی پرہیزگاری کردن
و در شرع عبارت است از ارتکاب اوامر و اجتناب
نواہی حراس جمع حارس بمعنی نگہبان نبراس
و نبرس بمعنی چراغ یعنی گرفتند قلوب صوفیہ از انفاس

عطر بکسر خوشبو عطار خوشبو فروش جلاس
جمع جلیس تقوے پرہیزگاری اور شرعا اوامر کا ارتکاب
اور نواہی سے اجتناب کرنا حراس جمع حارس نگہبان
نبراس نبرس چراغ یعنی قلوب صوفیہ نے بوجہ انفاس

[1] پاک ہوں میں کیا بڑی میری شان ہے ۱۲
[2] جدہر تم موںہ پھیرو اودہر ہی اللہ کا موںہ ہے ۱۲

معطرہ و معنبرہ بدولت پاس انفاس و دیگر اذکار
مشرف انا جلیس من ذکرنی و در حدیث
انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن
مراد ازین دوام ذکر است و آراستند ظاہر و باطن
را از تقوے و متقی گردیدند و خلعت ان اکرمکم
عند اللہ اتقاکم پوشیدند ظاہر ایشان از
شریعت آراستہ و باطن بطریقت پیراستہ
شریعت پوست مغز آمد حقیقت ٭ میان این و
آن باشد طریقت ٭ یعنی شریعت کہ احکام ظاہر
است نسبت باطریقت کہ روش خاص ارباب
حال و مکاشفات ست بمثابہ پوست است و
طریقت لب لباب در کتاب اسرار المعانی است
کہ شریعت حکم نبویست اقوال وے و طریقت
افعال وے و حقیقت احوال وے در کتاب
مناقب شیخ سعد بن ابو الخیر است کہ علم زبان علم
شریعت است و علم دل علم طریقت و کمال درجۂ
مرد کامل بتحصیل ہر دو حاصل موقوف است و نیز
مشائخ فرمودہ اند کہ ہر حقیقت را کہ شرع رد کند

معطرہ و معنبرہ کے پاس انفاس و دیگر اذکار کی بدولت
انا جلیس من ذکرنی[1] کا شرف پایا اور
حدیث انی لاجد الخ[2] سے دوام ذکر ہی مراد
ہے اور ظاہر و باطن تقوے سے آراستہ کر کے
متقی ہوے اور ان اکرمکم الخ[3] کا خلعت پہنا
ان کا ظاہر شریعت سے آراستہ اور باطن طریقت
سے پیراستہ ہے ٭ شریعت پوست اور حقیقت
مغز ہے اور ان دونوں کے درمیان طریقت
ہے ٭ شریعت یعنی احکام ظاہری بہ نسبت طریقت
جو خاص ارباب حال و مکاشفات کی روش
ہے پوست کی طرح ہے اور حقیقت لب لباب
کتاب اسرار المعانی مین ہے کہ شریعت حکم
و اقوال اور طریقت و حقیقت افعال و احوال
نبوی کو کہتے ہین کتاب مناقب شیخ سعد ابن
ابو الخیر مین ہے کہ علم زبان علم شریعت اور علم دل
علم طریقت ہے اور کامل کا کمال ان دونون
کے حصول پر موقوف ہے ۔ نیز مشائخ
فرماتے ہین کہ جس حقیقت کو شرع رد کرے

[1] یعنی ہمنشین ہو سکا ہون جو مجھے یاد کرتا ہے ۱۲ [2] بے شک مین نفس رحمن یمن کی طرف سے پاتا ہون ۱۲
[3] تم مین سب سے زیادہ بزرگ خدا کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ متقی ہو ۱۲

پس او نبے دینی است و بعضے گفتہ اند ہر کہ معاملہ
با حق بحقیقت و با خلق بشریعت کند صدیق است
و ہر کہ معاملہ با حق بشریعت و با خلق بطریقت کند
یعنی بباطن مطابق شرع باشد و بظاہر مطابق
شریعت نبود پس از دین حق برگشتہ است و ہر کہ
معاملہ با حق و بخلق بشریعت کند یعنی ظاہر و
باطن ہر دو مطابق شریعت۔ او صوفی است
قدوۂ قلندران نام آور حضرت شاہ مجا قلندر در
مکتوبے بشاہ عبدالرسول کچھندوی نوشتہ اند
اے برادر عارف کسے ست کہ سر مو شریعت از
وے فوت نشود و ہرگز در وجود نیاید چیزے کہ خلاف
مرضی خدا و رسول اوست دوستان خدا ہر چند
در عالم سکر باشند لیکن از ایشان چیزے صادر نشود
کہ خلاف شریعت باشد حضرت شیخ محی الدین ابن
عربی را مدتے در سکر گذشت و از ایشان حرکتے
خلاف شرع نہ شد و بدستور نماز و روزہ و غیرہ
می کردند و از ان خبر نمی داشتند و صدیق آن ست
کہ سر مو از متابعت نبوی مخالفت نہ ورزد
ہر کہ متابع تر مرتبۂ او عالی تر و ہر چند کسے عابد

وہ بے دینی ہے اور بعض کے نزدیک جو شخص حق
سے بحقیقت اور خلق سے بشریعت معاملہ کرے وہ
صدیق ہے اور جو خدا سے بشریعت اور خلق سے
بطریقت معاملہ کرے یعنی باطنًا تو شرع کے مطابق ہو
اور ظاہرًا نہو وہ گمراہ ہے اور جو شخص حق و خلق
دونوں سے بشریعت معاملہ کرے یعنی ظاہر و باطن
دونوں شریعت کے مطابق ہوں وہ صوفی ہے
سرگروہ قلندران نام آور حضرت شاہ مجا قلندر نے
ایک مکتوب میں حضرت شاہ عبدالرسول کچھندوی
کو لکھا ہے کہ عارف وہ ہے جو سر مو شریعت سے
تجاوز نہ کرے اور نہ اوس سے کوئی امر خدا و رسول
کی مرضی کے خلاف ہو دوستان الٰہی اگرچہ عالم سکر
میں رہتے ہیں لیکن اون سے خلاف شریعت
کوئی بات نہیں ہوتی حضرت شیخ محی الدین
ابن عربی ایک مدت تک سکر میں رہے مگر اونسے
خلاف شریعت کوئی بات نہوئی بدستور نماز و روزہ
وغیرہ کرتے رہے اور بے خبر رہے اور صدیق وہ ہے
جو سر مو متابعت نبوی سے مخالفت نکرے جو زیادہ پیرو
ہوگا اوس کا مرتبہ بھی زیادہ ہوگا اور اگر کوئی زاہد و عابد

زاہد و متقی باشد تا کہ با خود است از خدا دور است
و از لذت عبادت مہجور و محروم و ہر کسیکہ دعوی
معرفت کند و از معانی مذکورہ خالی باشد
محض مدعی و کذاب است انتہی۔ بخلاف فقرای
این زمانہ کہ ہوا را شریعت نام کردہ اند و طلب جاہ و
ریاست و تکبر را علم و مجادلہ را مناظرہ و محاربہ و
سفاہت را عظمت و نفاق را زہد و تمنی را ارادت
و ہذیان طبع را معرفت و حرکات دل و حدیث
نفس را محبت و الحاد را فقر و زندقہ را فنا و ترک
شریعت را طریقت۔ و محی الدین ابن حسن رضوی
در ملفوظ حضرت شاہ مینا لکھنوی می نویسند کہ
گروہے از ملاحدہ گویند کہ خدمت چندان باید کرد
کہ بندہ ولی گردد چون ولی حق شود احکام بندگی
ازو ساقط گردند و این جہالت و ضلالت است
نہ بینی کہ آنحضرت کہ موصوف بجملہ کمالات بود از
وے احکام بندگی ساقط نشد بلکہ فرمان وَاعْبُدْ
رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ رسید از دیگرے
کجا ساقط می شود ہر چند قرب زیادہ تر بندگی زیادہ
لیکن چون در مقام ولایت رسد و در تجلی حضور

و متقی ہے مگر خودی میں گرفتار ہے وہ خدا سے دور
اور لذت عبادت سے محروم ہے اور جو کوئی دعوے
معرفت کرے اور اوس میں یہ باتین نہ پائی جائین
وہ جھوٹا و مدعی ہے انتہی بخلاف اس زمانہ کے فقیرون
کے جنھون نے خواہشات کا نام شریعت اور طلب جاہ
و ریاست و تکبر کا علم اور مجادلہ کا مناظرہ و محاربہ اور
سفاہت کا عظمت اور نفاق کا زہد اور تمنی کا ارادت
و ہذیان طبع کا معرفت اور حرکات دل و حدیث نفس
کا محبت اور الحاد کا فقر اور زندقہ کا فنا اور ترک
شریعت کا نام طریقت رکھ لیا ہے محی الدین ابن حسن
رضوی ملفوظ حضرت شاہ مینا لکھنوی مین لکھتے ہین کہ
ملحدون کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اتنی خدمت کرنا
چاہیے کہ بندہ ولی ہو جاے جب ولی ہو جائیگا تو بندگی
کے احکام اوس سے ساقط ہو جائینگے یہ خیال سراسر
جہالت و گمراہی کا ہے جب آنحضرت صلعم ہی سے جو جامع
کمالات تھے احکام بندگی ساقط نہوے بلکہ حکم ہوا کہ اپنے
رب کی عبادت کرو جبتک یقین (یعنی موت) نہ آئے
تو پھر دوسرے کیسے ساقط ہو سکتے ہین جتنا قرب زیادہ ہوگا
اوتنی بندگی زیادہ ہوگی مگر مقام ولایت و تجلی حضوری پر

باشد کلفت تکلیف از و ساقط شود نہ آنکہ نفس تکلیف از و برود و در عبادت مشقت نباشد بلکہ راحت بود بے عبادت ماندن نتواند و نیست مقام مر بندہ راکہ ساقط شود از و آداب شریعت کہ در آداب حرمت و تعظیم قرب بار آرد در شاہد و نیز ہمچنین ہر کہ با ملوک با ادب است او قریب است و ہر کہ بے ادب است دور۔ نہ بینی کہ آدم علیہ السلام اگرچہ زلت داشت بہ بجا آوردن ادب کہ ربنا ظلمنا انفسنا مقبول گشت و ابلیس لعین اگرچہ طاعت داشت بہ ترک ادب انا خیر منہ مردود گشت انتہٰی و معنی دیگر این کہ صوفیہ بہ نور یقین در ظلمت بشریت چراغ عرفان ار وشن کردند یا ہمہ دیدے ہمہ کہ مقام خاص رسول الٰہی ماند ھٰکذا وقع فی خاطری۔

پہونچنے سے کلفت تکلیف جاتی رہتی ہے نہ نفس تکلیف اور عبادت مین بجاے مشقت آرام ہوتی ہے بلا عبادت کے وہ رہ نہین سکتا کوئی مقام ہی ایسا نہین جس مین اوس سے آداب شریعت ساقط ہو جائین اسی طرح جو شخص بادشاہون کے حضور مین با ادب ہے وہی زیادہ مقرب ہے اور جو بے ادب ہے وہ زیادہ دور حضرت آدم علیہ السلام سے اگرچہ لغزش ہوئی مگر بوجہ اختیار ادب ربنا ظلمنا انفسنا[1] مقبول ہوے اور شیطان باوجود طاعت بسبب بے ادبی انا خیر منہ مردود ہوا انتہٰی اور دوسرے معنے یہ ہین کہ صوفیہ نے بہ نور یقین ظلمت بشریت مین چراغ عرفان روشن کیا اور با ہمہ و بے ہمہ رہے جو خاص مقام رسول الٰہی ہے الٰہی میرے دل مین گذرا۔

قوله وَاسْتَحْقَرَتْ فَوَائِدَ الدُّنْيَا وَلَذَّاتِهَا وَاَنْكَرَتْ مَصَائِدَ الْهَوٰى وَتَبِعَاتِهَا

اقول یعنی حقیر دانستند قلوب صوفیہ لذات و فوائد دنیاوی را و ناخوش پنداشتند شکار گاہ ہوا حِس وغیرہ را مصاید جمع صید خلاف قیاس چنانکہ محاسن جمع حسن است کذا فی غیاث اللغات

یعنی قلوب صوفیہ نے لذات و فوائد دنیاوی کو حقیر جانا اور شکار گاہ ہوا حِس وغیرہ کو ناپسند کیا۔ مصائد جمع صید خلاف قیاس جس طرح محاسن جمع حسن ہے[۱۲] غیاث اللغات

[1] اے پروردگار ہم نے اپنی ذاتون پر ظلم کیا ۱۲

فہم زاہدون فی الدنیا و راغبون فی
الآخرۃ والفارون من الہویٰ الی الہدیٰ
والمعرضون عما سوی اللہ والمخلصون
باللہ وہمین طریقہ مشایخ کبار است کہ بکمال
متابعت نبوی بمرتبہ کمال واصل گشتہ اند

تو وہی لوگ دنیا مین زاہد اور آخرت مین راغب
اور ہوا سے ہدایت کی طرف بھاگنے والے اور
ما سوے اللہ سے معرض اور اللہ سے مخلص ہین
اور یہی اون بزرگون کا طریقہ ہے جو بکمال
متابعت نبوی مرتبۂ کمال پر پہونچے۔

قولہ وَامْتَطَیَتْ غَوَارِبَ الرَّغَبُوْتِ وَالرَّھَبُوْتِ وَاسْتَفْرَشَتْ بِعُلُوِّ ھِمَّتِہَا بِسَاطَ الْمَلَکُوْتِ

اقول الامطاء بارگیر ساختن وصوفیہ بارگیر خود
ساختند بلندی خوف ورجا را اے لطافت
انوار خوف ورجا مراکب ایشانند وگسترانیدند
بعلو ہمت بساط ملکوت را یعنی سیر شان بر بساط
ملکوت ست در شرح عوارف ست کہ والملکوت
بحر صفواتی وفضاء نورانی بعرش المجید
والجنۃ خزینتہا والملائکۃ حملتہا حلقوا
فیہ منہ مکانہم ومعاشہم وھو
فراش العارف الربانی والمقرب السبحانی

امطاء بارگیر بنانا اور صوفیہ نے اپنا بارگیر خوف
ورجا کی بلندی کو بنایا یعنی لطافت انوار خوف
ورجا اون کی سواریان ہین اور اپنی عالی ہمتی
سے اونھون نے بساط ملکوت بچھائی۔ یعنی
اون کی سیر بساط ملکوت پر ہے شرح عوارف مین
ہے کہ ملکوت عرش مجید مین بحر صفواتی و فضا نورانی
ہے جسکا خزانہ جنت ہے اور ملائکہ حامل ہین جس مین
اونھون نے حلقہ کیا اور وہی اونکا مکان ور وہی اونکی
معاش ہے اور وہ عارف ربانی و مقرب سبحانی کا فرش ہے

قولہ وَامْتَدَّتْ اِلَی الْمَعَالِیْ اَعْنَاقُہَا وَطَمَحَتْ اِلَی اللَّامِعِ الْعُلْوِیِّ اَحْدَاقُہَا

اقول یعنی دراز شدند بسوے بلندیہا سے احدیت
ومعارج صمدیت گردنہاے شان ودیدہ دوختند

یعنی رفعت احدیت و معارج صمدیت کی
طرف اون کی گردنین بڑھین اور لوامع علیہ

بجانب لوامع بلند چشمہا و مراد از لامع علوی نور
تجلی است از تجلیات ذات و صفات و افعال
و روح را نیز تجلی ہست و حیات عالم از تجلی روح
بودہ است و احداق بصر تابع احداق بصیرت
است و اعتبار بصیرت راست نہ کہ بصر را چہ
بصیرت آنکہ انچہ بیند بیند و غمض بصر مانع آن
نبود و ازینجاست کہ او را یقین و مشاہدہ خواہند
نہ رویت و آنا انچہ گفتہ اند کہ در آخرت اعتبار
بصر ست نہ بصیرت آن ہم راست است بصر
آنجا بمعنی بصیرت است زیرا کہ بصیرت غیر بصر
است پس حکم یا رویت و ارتفاع حجاب بالکلیہ
و عیان محض غیر بصیرت را نخواہد بود فاعرفہ
فانہ حسن بدیع

کی جانب اون کی نگاہین اوٹھین اور لامع
علوی سے تجلیات ذات و صفات و افعال
کا نور تجلی مراد ہے اور روح کے لیے بھی تجلی ہے
حیات عالم تجلی روح ہی سے ہے اور حدقۂ
بصر تابع حدقۂ بصیرت ہین اور اعتبار بصیرت ہی
کا ہے نہ بصر کا کیونکہ بصیرت وہ ہے جس کی
دید مین آنکھ بند ہونا مانع نہوا اور اسی لیے اوس کو
یقین و مشاہدہ کہتے ہین نہ رویت اور یہ جو کہا
ہے کہ آخرت مین بصر کا اعتبار ہوگا نہ بصیرت کا
یہ بھی ٹھیک ہے وہان بصر بمعنی بصیرت ہے
کیونکہ بصیرت غیر بصر ہے تو حکم رویت و رفع حجاب
و عیان محض بصیرت ہی کو ہوگا۔ اسے سمجھو کہ یہ
بہت نادر ہے۔

قولہ واتخذت من الملا الاعلی مسامرا و محاورا و من النور الاعز الاقصی مزاودا و مجاورا

اقول حاصل این کہ مونس و مصحب خواہند بود
برای اوشان از فضل ایزدی ملا اعلی کہ
فرشتگان مقرب اند و خواہند گشت بنور حق
متواصل و متلاحق و بدوام مشاہدہ یا حق و مؤانست

یعنی محض خدا کے فضل سے فرشتگان مقرب
اون کے مونس و مصحب ہون گے اور وہ نور حق
مین واصل و لاحق ہون گے اور بدوام مشاہدۂ
حق و موانست۔

ومکالمہ در تسبیح وتہلیل چون ملائکہ خواہد بود
ملأ اعلے بفتح میم ولام ودر آخر الف بصورت یاء
گروہ فرشتگان مقرب در عالم علوی چہ ملأ
بفتحتین بروزن فعل بمعنی گروہ مردم اشرف
واعلے بمعنی صیغۂ اسم تفضیل سامر بمعنی قصہ گو
محاور سخن گو مزاور زیارت کنندہ مجاور نزدیک

ومکالمت وتسبیح وتہلیل ملائکہ کی طرح ہون گے
ملأ اعلے بفتح میم ولام اور آخر مین الف بصورت
(ی) عالم علوی کے فرشتگان مقرب کیونکہ ملأ
بفتحتین بروزن فعل بمعنی گروہ مردم اشرف
واعلے بمعنی صیغہ اسم تفضیل سامر قصہ گو محاور سخن گو
مزاور زیارت کرنے والا مجاور نزدیک۔

قولہ اَجْسَادٌ اَرْضِيَّةٌ بِقُلُوْبٍ سَمَاوِيَّةٍ وَاَشْبَاحٌ فَرْشِيَّةٌ بِاَرْوَاحٍ عَرْشِيَّةٍ

اقول اولاً بدانکہ خواست شیخ کہ بعد توحید ونعت
اصفیا بیان کند نعت وصف اوشان را در ظاہر
وباطن وبیان طریقہ وصحت عقول در احوال
وصحت اقوال وکمال وجمال در اتباع طریقہ
انبیا کہ العلماء ورثۃ الانبیاء پس فرمود کہ
اوشان بجسد بنا بر ترکیب آن از عناصر پست اند
وبقلوب کہ محل نزول اسرار خداوندیست سماوی
اند یعنی بلند وظاہر اجسام شان گرچہ خاکی پست
مثل اجسام غیر ولے در باطن اجسام اوشان تنہا
برابر اند اشباح جمع شبح بفتحتین ودر آخر حاے
مہملہ بمعنی شخص وجسم وکالبد کذا فی القاموس و
صاحب منتخب ومدار نیز بفتح نوشتہ۔

پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ جب حضرت شیخ نے
توحید ونعت اصفیا کے بعد اون کے اوصاف
ظاہری وباطنی اور اون کا صحت طریقہ اور حالات
واقوال وکمال وجمال متابعت نبوی ذکر کہ علما
انبیار کے وارث ہین بیان کرنا چاہے تو فرمایا کہ
وہ بوجہ ترکیب عنصری جسماً ارضی یعنی پست اور قلباً
(جو محل نزول اسرار خداوندی ہے) سماوی یعنی بلند
ہین اور جسماً اگرچہ اورون کی طرح خاکی ہین۔ مگر
باطن اون کے جسم اون کے برابر ہین۔ اشباح
جمع شبح بفتحتین وبہ آخر حاے مہملہ بمعنی شخص
وجسم وکالبد ۱۲ قاموس اور صاحب
منتخب ومدار نے بھی زبر سے لکھا ہے۔

قوله نفوسهم في منازل الخدمة سيّارة وأرواحهم في فضاء القرب طيّارة

اقول یعنی نفسہاے شان بعقل صحیح وطریق مستقیم در متابعت نبوی سیر کنندہ اند وارواح شان در میدان شوق وقرب پرندہ

یعنی اون کے نفوس عقل صحیح وطریق مستقیم سے بوجہ متابعت نبوی سیر کرتے اور روحین میدان شوق وقرب مین اوڑتی ہین۔

قوله مذاهبهم في العبودية مشهورة وأعلامهم في أقطار الأرض منشورة

اقول یعنی طریق شان متابعت وہدایت بر مذہب اہل سنت وجماعت نہ بدعت وضلالت حضرت خواجہ خورد می فرمایند اے درویش فرقہا باہم در جنگ وجدال اند الا اہل توحید کہ ایشان را با کسے جدال نیست انتہی واعزاز واکرام وعلو درجہ شان در اقطار ارض منتشر است

یعنی اون کا طریقہ بر مذہب اہل سنت و جماعت متابعت وہدایت ہے نہ بدعت و ضلالت حضرت خواجہ خورد فرماتے ہین کہ اے درویش تمام فرقے آپس مین لڑتے وجھگڑتے ہین سوا موحدین کے جو کسی سے نہین جھگڑتے اور اون کا اعزاز واحترام اطراف عالم مین منتشر ہے۔

قوله يقول الجاهل بهم فقدوا وما فقدوا ولكن سمت أحوالهم فلم يدركوا وعلا مقامهم فلم يملكوا

اقول یعنی می گوید آن کہ جاہل است از حال این صفا کیشان کہ ایشان گم شدند یعنی اکنون اولیا کجا اند پس افسوس بر جاہل کہ می گوید ایشان نیند لابلکہ موجود اند وقایم بالحق کہ از برکت شان قیام عالم است وجہل خلق از ایشان بباعث بلندی احوال ایشان است نہ قرب کہ خلق خود

یعنی جو شخص ان بزرگون کے حال سے جاہل ہے وہ کہتا ہے کہ وہ اب نہین رہے ایسا کہنے والے پر افسوس ہے بلکہ وہ موجود اور قائم بحق ہین اونھین کی برکت سے عالم قائم ہے اور خلق اون کو بوجہ علو مرتبت کے نہین جانتی وہ خود ہی اون سے بسبب اونکے بلند مرتبہ ہونیکے

بعید گشته است از او شان به بلندی مرتبه مختار
نگردانیده اند کسے را بعلم با خویش واکنون ہمین
زمانه است که بشامت اعمال جہال وعلماء سوء
این مقربان از چشم ادراک پنہان شده چنانکه امام
غزالی در احیاء از بعضے عرفا نقل می کند که سبب
پنہان شدن ابدال از چشم مردم آنکه ایشان
طاقت دیدن علماء وقت ندارند چراکه این علما
در نفس الامر جاہلان ونزد جاہلان عالمانند۔

دور ہو گئی ہے اور نہ اونھون نے کسی کو اپنی شناخت
عطا کی اور اب وہ زمانہ ہے کہ جاہلون اور علماء سوء
کی شامت اعمال سے یہ حضرات چھپ گئے
چنانچہ امام غزالی احیاء العلوم مین بعض عارفین سے
نقل کرتے ہین کہ ابدال اس لیے مخفی ہوگئے کہ وہ
علماء وقت کے دیکھنے کی تاب نہین رکھتے کیونکہ
حقیقتًا یہ علماء جاہل ہین اگرچہ جاہلون کے
نزدیک عالم ہین

قوله كائنين بالجثمان بائنين بقلوبهم عن اوطان الحدثان

اقول در نسخهٔ صحیحه عوارف جثمان با ثاء است
ودر بعضے بسین ہم آمده اول بالضم بمعنی بدن وتن
کذا فی الصراح وثانی بروزن فعلان جمع جسیم است
وہر دو صحیح اند یعنی اصفیاء به برکت متابعت نبوی
ثابت اند با خلق در اجساد وابدان چنانکه در
قرآن بشان مصطفوی آمده قل انما انا بشر
مثلکم یوحی الیّ وجدا شونده اند بقلوب خود
از وطن ہاے خلق در حد حدوث کما جاء فی
الحدیث انی لست کاحدکم وقال الله
ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن

نسخۂ صحیحہ عوارف مین جثمان ث سے ہے اور
بعض مین سین سے اول بالضم بدن وتن ۱۲
صراح اور دوم بروزن فعلان جسیم کی جمع ہے اور
دونون صحیح ہین یعنی اصفیا ببرکت متابعت نبوی
اجساد وابدان مین تو لوگون کے برابر ہین قرآن
شریف مین آنحضرت صلعم کی شان مین ہے کہ کہو
مین تمھاری طرح آدمی ہون مجھ پر وحی کی گئی مگر
قلبًا خلق سے علیحدہ ہین حدیث مین ہے کہ مین
تمھاری طرح نہین ہون ۔ یا ۔ اللہ تعالی فرماتا ہے
کہ محمد تم مین سے کسی کے باپ نہین ہین بلکہ

رَسُولَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّینَ ودائم اند
درمشاہدہ پروردگار بقلوب در بیداری چون دیدن
نائم اشیا را اما فرق این قدر است کہ نایم از عدم
صحت حال در مجرد خیال می ماند و عارف رسیدکہ
از صحت حال در مشاہدہ و کمال می باشد لیکن
نایم اگر دید خدا را در نوم ہمچو بیداری پس این خواب
ہم کمال است اما حیوۃ ابدی نخواہد یافت زیرا کہ
او در دنیاست نہ در آخرت

خدا کے رسول اور خاتم النبیین ہین اور قلبی
بیداری سے ہمیشہ مشاہدہ مین ہین جیسے نائم
اشیا ر دیکھتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ نائم صحیح الحال
ہونے سے صرف خیال مین اور عارف بحالت
بیداری صحیح الحال ہونے سے مشاہدہ کمال مین
رہتا ہے لیکن اگر نایم نے خواب مین بیداری کیطرح
خدا کی زیارت کی تو یہ خواب بھی کمال ہی مگر حیات ابدی
نہین پائیگا کیونکہ وہ دنیا مین ہے نہ آخرت مین

قوله لِأَرْوَاحِهِمْ حَوْلَ الْعَرْشِ تَطْوَافٌ

اقول در بعض نسخ طواف آمدہ اما در نسخہ صحیحہ بصیغہ
مبالغہ یافتہ شد و طوآف بمعنی بسیار طواف کنندہ
مصدر است بمعنی اسم فاعل و ہر دو درست اند یعنی
ارواح کاملان با ملائکہ گرد عرش طواف می کنند
و کلام حق تعالے و خطاب او می شنوند و بر اسرار
او مطلع می شوند۔

بعض نسخون مین طواف آیا ہے مگر صحیح نسخہ مین
بصیغہ مبالغہ پایا گیا طوآف کے معنے بہت طواف
کرنے والے کے مصدر بمعنی اسم فاعل ہی اور دونون
ٹھیک ہین یعنی کاملین کی روحین فرشتون کے
ساتھ عرش کے گرد طواف کرتی اور کلام حق سنتی
اور اوس کے اسرار پر مطلع ہوتی ہین۔

قوله وَلِقُلُوبِهِمْ مِنْ خَزَائِنِ الْبِرِّ إِسْعَافٌ

اقول الاسعاف بالکسر حاجت روا کردن کذا
فے الصراح یعنی برائے قلوب ایشان از خزانہای
نیکی حاجت روائی است و اسعاف این جا تمیز

اسعاف بالکسر حاجت روا کرنا ۱۲ صراح یعنی
اون کی دلی حاجتین نیکی کے خزانون سے
پوری ہوتی ہین۔ اور اسعاف یہان بمعنی

یعنی حصہ می تواند بود و ہمین مراد است و در ترجمہ
بلکہ قلوب ایشان مخازن اسرار آلہیہ و موارد انوار او شدند

حصہ بھی ہو سکتا ہے اور ترجمہ مین یہی مقصود
ہے بلکہ اونکے قلوب مخزن اسرار و مورد انوار الٰہی ہین

قولہ یتنعمون بالخدمۃ فی الدیاجر ویتلذذون من وہج الطلب بظمأ الہواجر

اقول دیاجر جمع دیجور یعنی شب تاریک و مراد از و
خلوت ایشان است با حق و وہج بمعنی شدت و ظما تشنگی و تشنہ
شدن و بالکسر تشنگان کذا فی المنتخب معنی عبارت
این کہ سیرت ایشان است کہ چون بظاہر مستقیم اند
و بباطن مستدیم نعمت می گیرند در خدمت پروردگار
و لذت می گیرند از شدت تشنگی طلب روز گرم
و قاعدہ است کہ در شدت حرارت غلبہ تشنگی
می شود و در و فرق گرم و سرد خیلے دشوار می افتد
پس در شدت طلب چنان بحرارت شوق تشنہ
اند کہ ہر چہ از گرم و سرد پیش می آید فرو می برند

دیاجر جمع دیجور اندھیری رات اور ہواجر جمع ہاجرہ
گرمی کی دوپہر جس سے اونکی خلوت مع الٰہی مراد ہے
وہج بمعنی شدت اور ظما پیاس و پیاسا ہونا اور بالکسر
پیاسے ۱۲ منتخب مطلب یہ ہوا کہ اونکی عادت ہے کہ
بوجہ ظاہری استقامت و باطنی قرار کے حضرت
حق سے نعمت پاتے اور شدت حرارت طلب سے
لذت لیتے ہین۔ قاعدہ ہے کہ شدت حرارت
مین پیاس کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ گرم و سرد کا فرق
دشوار ہو جاتا ہے تو شدت طلب مین حرارت شوق کے
ایسے پیاسے ہین کہ گرم و سرد جو کچھ پیش آتا ہے اوسی پی جاتے ہین

قولہ تسلوا بالصلوۃ عن الشہوات

اقول تسلو صیغہ جمع است از باب تفعیل تسلّی
تسلی تسلیۃ بمعنی دل جمعی و السلو خورسند شدن و
قرار گرفتن در منتخب است کہ سلو بفتح و بضمتین و تشدید
واو خورسند شدن و زائل شدن اندوہ و فراموش
کردن یعنی قرار می گیرند در نماز از شہوات کہ

تسلوا جمع کا صیغہ ہے باب تفعیل سے سلی تسلی
تسلیۃ بمعنی دل جمعی اور سلو خوش ہونا اور قرار پانا
منتخب مین ہے کہ سلو بفتح و بضمتین و تشدید واو
خوش ہونا غم زائل ہونا۔ بھول جانا
یعنی نماز مین شہوات ہوا و ہوس نفسانی سے

ہوا و ہوس نفسانی اند چنانچہ در حدیث آمدہ
حبب الی من دنیاکم ثلاث الطیب
والنساء وقرۃ عینی فی الصلوۃ زیراکہ صلوۃ
پیوند است میان رب و مربوب و معراج مومن ازینکہ
در صلوۃ تنویریست کہ در غیرش نیست پس ہرچہ یابند
آنچہ کہ می یابند ببرکت نماز و خشوع و خضوع دران
وتخصیص صلوۃ از جملہ فرایض اشارت بفضیلت
اوست بر سائر عبادات کہ مصلی را بر عبادت جملہ
فرشتگان جامعیت مے بخشد

بھول جاتے ہین۔ حدیث مین ہے کہ دنیاوی
چیزون مین مجھے تین چیزین پسند ہین خوشبو اور
عورت اور نماز مین آنکھ کی ٹھنڈک اس لیے کہ نماز
حق اور بندہ مین علاقہ اور بندہ کی معراج ہے
کیونکہ اس مین ایک ایسی نورانیت ہے جو کسی اور
مین نہین تو اوسے جو کچھ ملتا ہے وہ خشوع و خضوع و
نماز کی برکت سے اور نماز کی تخصیص جملہ فرایض سے
بوجہ باقی عبادات پر اوسکی فضیلت کے ہے کیونکہ
نمازی نماز مین کل فرشتون کی عبادت کا جامع ہوتا ہے

قولہ وتعوضوا بحلاوۃ التلاوۃ عن اللذات

اقول تعوض عوض دادن شے یعنی عوض
میگیرند از جملہ لذات دینی و دنیوی ہم درین دنیا
بچاشنی قرائت قرآن زیراکہ از وبندہ را صفت
کلیمی حاصل می شود و برفعت نگاہ خود برین
معنی الٰہی رسیدہ موسی وقت می شود پس
حلاوتے و لذتے بیشتر ازین چہ خواہد بود فطوبی
لمن لہ نصیب القرآن فان اہل القرآن
اہل اللہ خاصۃ ولیکن ہر کہ گوید کہ لذات ذکر
ومناجات وحلاوت تلاوت حجابست پس

تعوض کسی چیز کا بدلہ دینا یعنی تمام لذات دینی و
دنیوی کا وہ اسی دنیا مین قرآن پڑھنے کی چاشنی
سے عوض لے لیتے ہین کیونکہ اس سے بندہ کو
صفت کلیمی حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنی بلند نگاہی
سے اس طور معنی الٰہی پر پہونچکر موسائی وقت
ہوتا ہے تو اس سے بڑھکر لذت و حلاوت اور
کیا ہوگی لہذا جس نے نعمت قرآن حاصل کی اوسے
بشارت ہے کیونکہ اہل قرآن خاصا اہل اللہ مین اگر کوئی
یہ کہے کہ لذات ذکر و مناجات و حلاوت تلاوت حجاب ہین

مخصوص باہل استغراق ست در حال تلوین نہ در
تمکین ونہ براے ہمہ وہر کہ قائل این ست کاذب
وزندیق است بعضے فقراء جاہل زمانہ بر قول بزرگے
العلم حجاب الاکبر سر استراشیدہ اند وروازحقیقت
برگرداشیدہ واے صد واے نمی دانند کہ مراد از
علم دانستن ہستی خود است نہ علم معروف کہ دانستن
آن فرض راہ سالک است

تو یہ بحالت تلوین ہے بحالت تمکین صرف اہل استغراق
سے مخصوص ہے اور جو اس کا قائل ہے وہ جھوٹا اور
زندیق ہے اس زمانہ کے بعض جاہل فقیر ایک بزرگ
کے اس قول پر کہ علم حجاب اکبر ہے سر منڈائے اور
حقیقت سے منہ پھیرے ہین افسوس اون کو نہین معلوم
کہ علم سے اپنا علم ہستی مراد ہے علم مشہور جس کا
جاننا ہر سالک پر فرض ہے۔

قوله يلوح من صفحات وجوههم بشر الوجدان وتنم على مكنون سرائرهم نضارة

اقول یلوح از لاح یلوح مشتق از لوح بمعنی
درخشیدن کذا فی الصراح بشر بمعنی بشارت آمدہ
است وتنم از نم ینم بمعنی ظہور سرائر بروزن فعائل
جمع سریرہ بمعنی پوشیدگی وخفا ونضارت بمعنی
تازگی یعنی ظاہر از بشرہ ہاے شان خوشی قلب
است کہ بر پوشیدگیہاے اسرار دلالت می کند
خلاصہ این کہ جمال کمال شان بر کسی مستور نیست

یلوح لاح یلوح لوحا سے مشتق ہے جس کے معنے
چمکنے کے ہین ۱۲ صراح بشر بمعنی بشارت اور تنم نم
ینم سے بمعنی ظہور سرائر بروزن فعائل سریرہ کی جمع
بمعنی پوشیدگی وخفا اور نضارت بمعنی تازگی۔
یعنی اون کے بشرہ سے قلبی مسرت ظاہر ہے جو
اون کے پوشیدہ اسرار پر دلالت کرتی ہے خلاصہ
یہ کہ اون کا جمال وکمال کسی سے پوشیدہ نہین

سیماهم فی وجوههم من اثر السجود
ولیکن محجوبان را کہ در حجاب ادبارانند چہ سود

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم	چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

فطوبی للمحظوظین والویل للمحروم میتی تازگی

اون کی پیشانیون پر سجدے کے نشان ہین
مگر محجوبان حجاب ادبار کے لیے کیا کیونکہ
اگر دن مین چمگادڑ نہ دیکھے تو آفتاب کا کیا قصور
لہذا محظوظین کو بشارت اور محروم پر حسرت ہو اور تازگی

انکار بضد اشارہ است بکمال خباثت و دعوے مساوات معاذ اللہ سہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور انکار بضد دعوے ہمسری اور کمال خباثت کی دلیل ہے معاذ اللہ سہ خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت

فبشرى لمن عظمهم وويل لمن حقرهم وہر گاہ شیخ از حمد و نعت اصفیا در توحید فارغ شد باز حمد کرد دوبارہ بر نعم اصفیا فرمود

تو جنھون نے اونکی تعظیم کی اونکو بشارت اور جنھون نے اونکی تحقیر کی اونپر حسرت ہے پھر جب حضرت مصنف حمد و نعت سے فارغ ہوے تو دوبارہ نعم اصفیا پر حمد کی اور فرمایا

قوله فلله الحمد على ما هيأ للعباد من بركة خواص حضرته من أهل الوداد والصلوة والسلام على نبيه ورسوله محمد وآله وأصحابه الأكرمين الأمجاد

اقول التهيأ موجود کردن و فراہم آوردن امجاد جمع مجد یعنی بزرگی یعنی سپاس خدا را کہ موجود گردانید برائے بندگان از برکت خاصان خود کہ اہل دوستی اند وہمین مراد است از اخوت اسلامی و رحمت کاملہ نازل باد بر نبی و رسول او کہ محمد صلعم اند و آل و اصحاب او کہ بزرگتر اند و آوردن صلوة بعد الحمد اشارت است با تمام شکر حق باید دانست کہ صلوة اصلش صلوت بفتحات ثلثہ واو الف شد واین لفظ اسم تصلیہ است ولہذا مفعول مطلق صلی واقع شود و مشترک لفظی ست نزد عبد اللہ ابن عباس و تابعین ایشان کما ہو المشہور یعنی چون منسوب بخدا باشد برابر است کہ در کلام الہی بود یا در کلام

تہیأ موجود کرنا اور جمع کرنا امجاد جمع مجد یعنی بزرگی یعنی خدا کے لیے تعریف ہے جسنے اپنے بندون کے لیے خاص لوگون کی وجہ سے جو اہل محبت ہین برکت دی جس سے اخوت اسلامی مقصود ہے اور اوسکے نبی و رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اونکے آل و اصحاب پر جو سب سے بزرگ ہین رحمت کاملہ نازل ہو حمد کے بعد صلوة لانا اتمام شکر حق کی طرف اشارہ ہے جاننا چاہیے کہ صلوة کی اصل صلوت بفتحات ثلثہ ہے واو الف ہوگیا اور لفظ تصلیہ کا اسم ہے اور اسی لیے مفعول مطلق صلی واقع ہوتا ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس اور انکے تابعین کے نزدیک مشترک لفظی ہے جیسا کہ مشہور ہے یعنی جب خدا کی طرف منسوب ہوگی خواہ اوس کے کلام مین ہو یا بندہ کے کلام مین

بندہ مراد ازان رحمت است واگر منسوب ملائکہ
باشد استغفار واگر بہ مومنین بود دعا وازہری در
تہذیب اللغات از ابن الاعرابی می آرد کہ اگر
از طیور وہوام بود تسبیح است وجزری در نہایہ
می گوید معنی صلی اللہ علیہ وسلم آن ست کہ حق
تعالے آنحضرت را در دنیا باعلاے ذکر وترقی
اسلام ودر عقبی بہ شفاعت امت وتضعیف ثواب
اعمال عظمت بخشد ومشترک معنوی ست نزد بعضے
محققین یعنی موضوع براے عطف وافادت الخیر
کہ مشترک است در معانی مذکورہ کما ذھب الیہ
صاحب المغنی وازین جاست کہ امام غزالی
می فرماید الصلوٰۃ موضوعۃ للقدر المشترک
للثلاثۃ المذکورۃ وھو الاعتناء بالمصلی
علیہ انتہی ودر معنی این لفظ اختلافہاے
دیگر است کہ این رسالہ گنجایش آن ندارد وکتابت
الفش بواو شہرت دارد وصاحب جامع الرموز
در بیان این لفظ می نویسد الفہا مبدلۃ عن
الواو ولم تکتب بہا فی غیر القرآن کما
قال ابن درستویہ وتثنی یا مشتق است از ثنا

تو رحمت مراد ہوگی اور اگر فرشتون کی طرف منسوب
ہوگی تو استغفار اور اگر مومنین کی طرف منسوب ہوگی
تو دعا۔ ازہری تہذیب اللغات مین ابن اعرابی سے
نقل کرتے ہین کہ اگر چڑیون کی طرف منسوب ہوگی
تو تسبیح اور علامہ جزری نہایہ مین لکھتے ہین کہ صلے اللہ علیہ
وسلم کے یہ معنے ہین کہ خدا آنحضرت کو دنیا مین اعلاے ذکر
وترقی اسلام اور عقبی مین شفاعت امت وتضعیف ثواب
اعمال سے عظمت بخشی اور بعض محققین کے نزدیک مشترک
معنوی ہے یعنی عطف وافادہ خیر کے لیے جو معانی مذکورہ
مین مشترک ہے بنایا گیا ہے یہی صاحب مغنی کا بھی مذہب
ہے اور یہین سے امام غزالی فرماتے ہین کہ صلوٰۃ
قدر مشترک ثلاثہ مذکورہ کے لیے موضوع ہے جو اعتنا
بالمصلی علیہ ہے انتہے اور اس کے معنون مین اور
بھی اختلاف ہے جس کی گنجایش اس رسالہ مین
نہین اور اوس کے الف کی کتابت واو سے مشہور ہے
صاحب جامع الرموز اس لفظ کے بیان مین لکھتے
ہین کہ اس کا الف واو سے بدل دیا گیا اور مع الالف
قرآن کے سوا اور کہین نہین لکھا گیا جیسا کہ
ابن درستویہ نے کہا اور تثنی یا ثنا بمعنی رفع سے

بمعنی رفع ویا از انبا بمعنی اخبر و میان نبی و رسول
خصوص و عموم است هذا هو مذهب اهل السنة
والجماعة بدلیل قوله تعالی وما ارسلنا
قبلك من رسول ولا نبی صرح به الفاضل
اللاهوری فی بعض حواشیه و مذهب معتزله
آن ست که رسول و نبی متحد بالذات و مغایر
بالاعتبار والمفهوم اند یعنی ازین جهت که لفظ رسول و
ارسلنا وانچه مفید این معنی باشد در حق وے وارد
شده است رسول است وازین جهت که لفظ
نبی و مرادفش در شانش وارد گردیده نبی است
وازین جاست که علامه تفتازانی در شرح مقاصد
بتبعیت این قول قائل مساوات گردیده لیکن
ظاهر آیت مذکوره و قوله تعالی وکان رسولا نبیا
ازان انکار می کند و نزد بعضے رسول عام است از
نبی که انسان و فرشته هر دو را شامل است بخلاف
نبی که مخصوص است بانسان و مؤید این معنی است
قوله تعالی وکان رسولا نبیا و نزد بعضے بودن
کتاب و شریعت جدیده در مفهوم نبی شرط است
وبرین تقدیر بینهما تباین باشد والتفصیل

مشتق ہے یا انبا بمعنی اخبر سے اور نبی و رسول مین
عموم و خصوص ہے جو اہل سنت و جماعت کا مذہب
ہے بدلیل آیت وما ارسلنا قبلك[1] جس کی
تصریح فاضل لاہوری نے اپنے بعض حواشی مین کی
اور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ نبی و رسول ذاتاً ایک
اور مفہوماً غیر ہین یعنی اس لیے کہ لفظ رسول و ارسلنا
وغیرہ اوس کے حق مین وارد ہوے وہ رسول ہے
اور اس لیے کہ لفظ نبی اور اوسکے ہم معنے اوس کی
شان مین وارد ہوے نبی ہے۔ اور اسی لیے
علامہ تفتازانی شرح مقاصد مین ان کے قول
کو مان کر قائل مساوات ہوے مگر آیت مذکور
اور ظاہر آیت وکان رسولا نبیا اس کا منکر
(اور تھا رسول اور نبی)
ہے اور بعض کے نزدیک رسول نبی سے عام
ہے کیونکہ وہ انسان اور فرشتون دونون پر شامل
ہے بخلاف نبی کے جو انسان سے مخصوص ہے
جس کی مؤید آیت وکان رسولا نبیا
ہے اور بعض کے نزدیک جدید شریعت و کتاب کا
نہ ہونا مفہوم نبی مین مشروط ہے اور اس صورت
مین دونون مین فرق ہوگا جس کی تفصیل

[1] اور نہ بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی نبی اور نہ رسول ۱۲

فی المطولات محمد وجہ تسمیہ آنحضرت باین اسم
مبارک وفور محمودیت ایشان بمجرد پیدایش است
وباب تفعیل از حمد مفید معنی مبالغہ وکثرت می باشد
ولہذا فاضل اسفراینی در اطول می آرد کہ از حمد
دو اسم برای مبالغہ اشتقاق یافتہ یکے محمد برای
مبالغہ محمودیت دوم احمد برای مبالغہ حامدیت
وآلہ لفظ آل اسم جمع است اصلش نزد سیبویہ آل کہ
در اصل اہل بود بدلیل تصغیرش اہیل وھذا
ھو المشہور والمسلم عند البصریین ونزد کسائی
سر آمد کوفیان اصلش اول بالتحریک بدلیل تصغیرش
اویل وھذا ھو الموثوق عند الکوفیین
قال الکسائی سمعت اعرابیا فصیحا یقول
آل واویل واھل واھیل وھکذا نقل عن
الاصمعی ایضا واین قول باعتبار قیاس اولی است
زیرا کہ خلاف قیاس برین مذہب لازم نمی آید
اما اہیل می تواند کہ تصغیر اہل باشد کما یدل علیہ
قول الاعرابی المذکور بلکہ بعضی از محققین برین معنی
تصریح کردہ اند مثل فاضل چلپی کہ در منہیات
حواشی مطول می گوید قد سمع اویل فی تصغیر آل

مطولات میں ہے۔ محمد۔ آنحضرت صلعم کی وجہ تسمیہ اس
نام نامی سے بوجہ آپ کی وفور محمودیت پیدایشی کے
ہے اور حمد باب تفعیل سے مفید معنی مبالغہ وکثرت
کے ہے اسی لیے فاضل اسفراینی اطول میں لکھتے
ہیں کہ حمد سے مبالغہ کے دو اسم مشتق ہوئے ایک
محمد مبالغہ محمودیت کے لیے دوسرا احمد مبالغہ حامدیت
کے لیے وآلہ لفظ آل اسم جمع ہے جس کی اصل
سیبویہ کے نزدیک آل ہے کہ اصل میں اہل تھا بدلیل
تصغیر اہیل اور یہی مشہور اور بصرہ والوں کے نزدیک
مسلم ہے اور سر گروہ کوفیین کسائی کے نزدیک اسکی
اصل اول بالتحریک بدلیل اس کی تصغیر اویل کے
تھی اور یہی کوفیوں کے نزدیک درست ہے کسائی نے
کہا کہ میں نے ایک فصیح اعرابی کو آل و اویل و اہل و اہیل
کہتے سنا اور ایسا ہی اصمعی سے بھی منقول ہے اور
یہ قول باعتبار قیاس اولے ہے کیونکہ یوں خلاف قیاس
لازم نہیں آتا ہے لیکن اہیل ممکن ہے کہ اہل کی تصغیر ہو
جس پر قول اعرابی دلالت کرتا ہے بلکہ بعض محققین
نے اسی کی تصریح کی ہے جیسے فاضل چلپی کہ منہیات
حواشی مطول میں لکھتے ہیں کہ تصغیر آل اویل سنی گئی

وهذا دليل على ان الفه منقلبة عن الواو	جو اس بات کی دلیل ہے کہ اوس کا الف واو سے
واما اهيل تصغير اهل ولا داعي الى جعله	بدل دیا گیا مگر اہل کی تصغیر اہیل تو کوئی اس کے
تصغير آل ليكون الفه بدل همزة مبدلة	آل کی تصغیر ہونے کا مدعی نہین کہ اوس کا الف
بل لا دليل عليه انتهى بلفظه ومثل فاضل	بدل ہمزہ مبدلہ ہو بلکہ اس پر کوئی دلیل نہین انتہے اور
اسفرائني که در اطول می گوید فاهيل ليس تصغيرا	ایسے ہی فاضل اسفرائنی بھی اطول مین لکھتے ہین کہ
للاهل لا للآل ومثل علامۂ ازهری که در	اہیل نہ تو اہل کی تصغیر ہے نہ آل کی یا علامۂ ازہری
تهذيب اللغات می آرد قال ابو العباس احمد	تہذیب اللغات مین لکھتے ہین کہ ابو العباس احمد بن
بن يحيى اختلف الناس في الآل فقال طائفة	یحیے نے کہا کہ آل مین اختلاف ہے بعض کے نزدیک
آل النبي من اتبعه قرابة كانت او غير	آل نبی وہ لوگ ہین جو قرابۂ یا غیر قرابۂ آپ کے تابع
قرابة واهله ذو قرابة تبعا او غير متبع و	ہون اور اہل وہ ہین جو آپ کے قرابت دار ہون
قالت طائفة الآل والاهل واحد واحتجوا	تابع ہون یا نہ ہون اور بعض کے نزدیک آل و اہل
بان الآل اذا صغر قيل اهيل لكان الهمزة	ایک ہین اون کی یہ دلیل ہے کہ آل کی جب تصغیر
هاء لقولهم هنرت الثوب وانرته اذا	کی جائیگی تو بوجہ ہمزہ کے ہاء ہو جانے کے اہیل کہا
جعلت له علما قال وروى الفراء عن	جائیگا بسبب اون کے اس قول کے کہ ہنرت الثوب
الكسائي في تصغير آل اويل قال	الخ اور فراء نے کسائی سے آل کی تصغیر اویل روایت
ابو العباس فقد زالت تلك العلة وصار	کی ابو العباس نے کہا کہ پھر یہ علت زائل ہو گئی
الآل والاهل اصلين لمعنيين انتهى	اور آل و اہل دو معنون کی اصل ہو گئی انتہے
بالجملہ تصنيفات مذكوره دلالت برين معنی دارند که	بالجملہ تصنیفات مذکورہ اس پر دلالت کرتے ہین کہ
اهيل تصغير اهل است نه آل که تصغيرش اويل	اہیل اہل کی تصغیر ہے نہ آل کی جس کی تصغیر اویل

می آید و مؤیداین معنی است فرقے کہ میان آل
واہل بوجوہ عدیدہ ثابت شدہ اول آنکہ اضافت
آن مخصوص بذوی العقول است پس مضاف
نمی شود بسوے اللہ وحق وزمان ومکان ومعانی
وحرفہ ولہذا آل الحق وآل المصر وآل الزمان
وآل العلم والاسلام وآل التجارۃ مستعمل نہ شود
بخلاف اہل فانہ اعم ھکذا فی حاشیۃ الچلپی
وابی القاسم علی شرح التلخیص وغایۃ الهدایۃ
علی شرح هدایۃ الحکمۃ منفرقاً دوم آنکہ
اضافتش ازمیان ذوی العقول مخصوص بہ ذکور
است ولہذا آل فاطمہ نمی گویند بخلاف اہل
کذا فی منہیۃ حاشیۃ فاضل الچلپی سوم آنکہ اضافتش
ازمیان ذکور باشراف وارباب عظمت مخصوص
است ولہذا آل حائک آل حجام نیاید بخلاف
اہل وھذا فی کثیر من الکتب چہارم آنکہ
اضافتش بسوے ضمیر غیر مستحسن ونادر ولہذا
در کلام مجید نیامدہ ودر احادیث بطور ندرت دیدہ
شد بلکہ نزد کسائی وابوبکر زبیدی ممنوع مگر تحقیق
آن ست کہ اضافتش بسوے مضمر در کلام مجید

آتی ہے اور اس کی تائید اوس فرق سے ہوتی ہے
جو آل واہل مین کئی وجہون سے ہے اول یہ کہ
آل کی اضافت ذوی العقول سے مخصوص ہے
لہذا وہ اللہ وحق وزمان ومکان ومعانی وپیشہ
کی طرف مضاف نہوگا اور اسی لیے آل حق وآل مصر
وآل زمان وآل علم واسلام وآل تجارت مستعمل نہوگا
بخلاف اہل کے کہ وہ اعم ہے ایسا ہی حاشیہ چلپی و
حاشیہ ابی القاسم بر شرح تلخیص وغایۃ الہدایۃ حاشیہ
شرح ہدایۃ الحکمۃ مین متفرقاً ہے دوسرے یہ کہ اسکی
اضافت ذوی العقول مین ذکور سے مخصوص ہے اور
اسی لیے آل فاطمہ نہین کہتے بخلاف اہل کے جیسا کہ منہیہ
حاشیہ فاضل چلپی مین ہے تیسرے یہ کہ اوس کی
اضافت ذکور مین شریفون اور بزرگون سے مخصوص
ہے اور اسی لیے آل حائک وآل حجام نہین آتا بخلاف
اہل کے اور یہ بہت سی کتابون مین ہے چوتھے یہ کہ
اوس کی اضافت ضمیر کی طرف کم اور ناجائز ہے اور اسی
لیے کلام مجید مین نہین ہے اور احادیث مین بھی کم
ہے بلکہ کسائی وابوبکر زبیدی کے نزدیک ممنوع ہے مگر
تحقیق یہ ہے کہ مضمر کی طرف اسکی اضافت کلام مجید مین

اردو	فارسی
ثابت ہے جیسا کہ فاضل چلپی نے منہیہ مین مرادی	ثابت است چنانکہ فاضل چلپی در منہیہ اش از
شرح الفیہ سے نقل کیا اور حق بجانب بھی وہی ہے	مرادی شرح الفیہ نقل کردہ وحق بجانب اوست
چنانچہ افصح العرب والعجم صلعم سے مروی ہے کہ میری	لما روی عن افصح العرب والعجم صلی اللہ
اولاد ہر مومن متقی ہے قیامت تک اس کو تمام نے	علیہ وسلم آلی کل مومن تقی الی یوم القیامة
اپنے فوائد مین روایت کیا جیسا کہ شمنی مین ہے اس	رواہ التمام فی فوائدہ کذا فی الشمنی و ازین
تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ بعض کا یہ قول کہ اضافت	تحقیق ثابت شد کہ قول بعض اضافت آل
آل مضمر کی طرف حدیث مین نہین آئی غلط ہے اگر	بسوی مضمر در حدیث نیامدہ غلط است اگر
کہین کہ جب آل کی اضافت شریفون اور بزرگون سے	پرسند چون اضافت آل مخصوص باشراف وارباب
مخصوص ہے تو اسکی تصغیر نہ آنا چاہیے کیونکہ تصغیر حقارت	عظمت است باید کہ تصغیرش نیاید زیرا کہ تصغیر
پر دلالت کرتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دلالت	دلالت بر حقارت کند جوابش آنکہ این دلالت
مطلقاً مسلم نہین بلکہ ممکن ہے کہ عظمت کے لیے ہو	مطلقاً مسلم نیست بلکہ ممکن کہ برای عظمت باشد
اور اگر ہو بھی تو حقارت آل سے حقارت مضاف الیہ	وبر تقدیر تسلیم از حقارت آل حقارت مضاف الیہ
جس کی عظمت مقصود ہے لازم نہین آتی علاوہ اس کے	آن کہ عظمتش مقصود است لازم نمی آید ولو فرض
ایک وجہ سے حقارت دوسری وجہ سے عظمت کی	حقارت من وجہ منافی عظمت بوجہ دیگر نیست
منافی نہین کیونکہ عظمت کے مراتب ہین اور یہاں	زیرا کہ عظمت مراتب دارد وہذا ما یتعلق بہ لفظاً
سے لفظاً متعلق ہے مگر معنے اوس مین پانچ مذہب	واما باعتبار معنی دران پنج مذہب است اول
ہین اول یعنی اتباع جو جابر بن عبد اللہ وسفیان	یعنی اتباع وہو مذہب جابر بن عبد اللہ
ثوری اور بعض اصحاب شافعی کا مذہب ومختار	وسفیان الثوری ومختار بعض اصحاب
ہے اور نووی و ازہری کے نزدیک مرجح	الشافعی والمرجح عند النووی والازہری

دوم بنو ہاشم و بنو المطلب وھو مذھب الشافعی
سوم بنو ہاشم فقط و ھو مذھب امامنا
الاعظم و مختار بعض المالکیۃ چہارم
ازواج و بنات و داماد آنحضرت و اولاد ایشان
و نزد بعضے خدم نیز پنجم اہلبیت است بالجملہ معنی
اول مصداق آل حسبی است و باقی مصداق
آل نبی و لنعم ما قیل چنانکہ زکوۃ و صدقہ مال
آل نبی حرام است صدقہ علم کہ عبارت از تقلید
در علوم است بر آل حسبی او کہ علماء راسخین و
اولاد روحانی اوبند حرام است و چون مصنف از
حمد و صلوۃ فارغ شد شروع کرد در بیان نیت خویش
درین تالیف منیف پس فرمود

دوسرے بنی ہاشم و بنو مطلب بر مذہب شافعی
تیسرے صرف بنو ہاشم ہمارے امام اعظم اور بعض مالکیہ
کے نزدیک چوتھے آنحضرت صلعم کی بیبیاں و بیٹیاں
و داماد و اولاد اور بعض کے نزدیک خادم بھی پانچویں
اہل بیت بالجملہ پہلے معنی آل حسبی اور باقی آل نبی
کے مصداق ہین اور کیا خوب کہا گیا ہے کہ جس طرح
زکوۃ و صدقہ مال آل نبی پر حرام ہے اوسی طرح صدقہ
علم یعنی علوم مین تقلید اون کی آل حسبی یعنی علماء
راسخین و اولاد روحانی پر حرام ہے پھر حضرت
مصنف نے حمد و صلوۃ سے فارغ ہو کر اس تالیف
شریف سے جو اپنی نیت تھی وہ بیان کرنا شروع
کی لہذا فرمایا۔

ثُمَّ اَنَّ اِیْثَارِیْ لِهَدْیِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ وَمَحَبَّتِیْ لَهُمْ لِشَرَفِ حَالِهِمْ وَصِحَّةِ طَرِیْقِهِمْ الْمَبْنِیَّةِ عَلَی الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْمُتَحَقِّقِ بِهَا مِنَ اللّٰهِ الْکَرِیْمِ ذِی الْفَضْلِ وَالْمِنَّةِ

اول یعنی اختیار من راہ نیک و سیرت این قوم را
و محبت من با ویشان از انست کہ دانا ام از بزرگی
حال و صحت طریقہ آنہا کہ مبنی بر کتاب و
سنت است کہ ثابت است از خدا ئے بزرگ
صاحب فضل و احسان۔

یعنی مین نے جو ان کے عادات اختیار کیے یا مجھے
اون سے محبت ہے وہ اس لیے کہ مین
اون کی بزرگی اور صحت طریقہ سے جو کتاب اللہ
سے ثابت اور سنت رسول اللہ پر مبنی ہے زیادہ
واقف ہون۔

قوله حداني ان اذب عن هذه العصابة بهذه الصبابة

اقول یعنی انگیخت مرا و باعث شد و عصابه
یک نوعے از جامه که بدان سر بندند و دستار را
نیز گویند و گروہے از مردم و مراد این جا ہمین
گروہ صوفیه است و صبابه بالضم بقیۂ آب در
ظرف و مقصود ازوا این جا ہمین کتاب است و
ذب یعنی نرم رفتن یعنی خواستم که به نرمی دفع کنم
ازین جماعت صوفیه صافیه باین کتاب و
بنمایم طالب را که صوفی کیست و تصوف چیست
و ماہیت آن چه والله عنده ام الکتاب

یعنی مجھکو آمادہ کیا اور باعث ہوا۔ عصابہ بالکسر
وہ کپڑا جس سے سر باندھتے ہین اور پگڑی کو بھی
کہتے ہین اور آدمیون کا گروہ یہان گروہ صوفیہ
ہی مراد ہے اور صبابہ بالضم پیالے مین بچا ہوا
پانی جس سے یہان مراد یہی کتاب ہے اور ذب
نرم چلنا یعنی مین نے چاہا کہ بہ نرمی اس کتاب
مین صوفیہ صافیہ پر سے اعتراضات دفع کرون
اور طالب کو بتاؤن کہ صوفی کون اور تصوف
اور اوس کی ماہیت کیا ہے

قوله وألفت ابوابا في الحقائق والآداب معربة عن وجه الصواب فيما اعتمدوه مشعرة بشهادة صريح العلم فيما اعتقدوه

اقول و جمع کنم ابواب در بیان حقایق و آداب
که ظاہر کنند وجه صواب و حق دران شے که
ایشان را اعتماد بروست مخبرہ بشہادت صریح
علم معتقدات آنحضرات را و علم دو قسم است اول
علم بالله که بلا واسطه حاصل شود نه علم النفس
و ہمین علم وراثت است و مخصوص بصوفیه که
وعلمناه من لدنا علما دیگرے علم ببرہان قاطع

اور حقایق و آداب کے بیان مین ابواب جمع
کرون جو اون کے معتمدات صحیح ہونے کو ظاہر
کردین اور اون کے معتقدات کی صریحی شہادت
دین اور علم کی دو قسمین ہین علم بالله جو
بلا واسطہ حاصل ہو نہ علم نفس اور یہی علم
وراثت مخصوص بہ صوفیہ ہے کہ علمناہ[1]
من لدنا علما اور علم بہ برہان قاطع

[1] اور سکھایا ہمنے اوسکو اپنے پاس سے علم ۱۲

کہ قرآن و حدیث و اجماع و قیاس است این عام است برای عام دران شی کہ اوشان را اعتقاد است اکنون سبب تالیف می نگارد و می فرماید

یعنی قرآن و حدیث و اجماع و قیاس سے اور یہ عام کے لیے اون کے اعتقادیات مین عام ہے اب سبب تالیف لکھتے اور فرماتے ہین۔

قوله حیث کثر المتشبهون بهم واختلفت احوالهم وتستر بزیهم المتسترون وفسدت اعمالهم وسبق الی قلب من لا یعرف اصول سلفهم سوء ظن وکاد لا یسلم من دقیقة فهم وطعن ظنا منه ان حاصلهم راجع الی مجرد رسم وعائد الی مطلق اسم

اقول التستر در پردہ شدن یعنی چونکہ متشبہ با یشان بسیار شدند و احوال شان مختلف شد و پردہ پوشیدند بلباس ایشان ناکسان و تباہ شدند اعمال آنہا و بدگمان شد آن کہ نمیداند اصول بزرگان سلف را و قریب است کہ تسلیم نہ کند از طعن کردن در انہا باین خیال کہ حاصل صوفیہ راجع بہ مجرد رسم و عائد بمطلق اسم است خلاصہ این کہ اکنون بفساد زمان و تغیر اخوان ماندراس طریق حق و ظہور سوء ظن از تصوف صرف نام و نشان باقی ماندہ است صوفی و متصوف کجا قول حسن بصری راست آمدہ است کہ مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب پس از تالیف این

تستر چھپنا یعنی چونکہ ان سے مشابہ لوگ بہت ہو گئے اور اون کے حالات مختلف ہوے اور ان کے لباس مین نالایق لوگ آکر چھپے اور اون کے اعمال تباہ ہوے اور کچھ دور نہین کہ بزرگون کے اصول سے ناواقف شخص بدگمان ہوکر طعن سے یہ کہنے لگے کہ مقاصد صوفی صرف رسم و خصوصیات اور محض برائے نام ہین غرضکہ اب زمانہ کی خرابی اور اخوان طریقت کی تباہی اور تصوف کی بربادی و بدگمانی سے اس کا صرف نام و نشان باقی رہ گیا ہے صوفی کون و متصوف کہان حضرت حسن بصری کا ارشاد درست ہے کہ مسلمان قبر مین اور مسلمانی کتاب مین ہے تو اس تالیف سے

مولف خواست کہ حق را ظاہر و باطل را منسخ گرداند
اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا وَاجْعَلْنَا مِنْ اَحِبَّائِكَ وَاَصْفِیَائِكَ

مولف نے حق کو ظاہر اور باطل کو منسخ کرنا چاہا یا الٰہی
ہم کو محفوظ رکھ اور زمرۂ احباب و اصفیا مین داخل کر

قوله وَمِمَّا حَضَرَنِیْ فِیْهِ مِنَ النِّیَّةِ اَنْ اُکَثِّرَ سَوَادَ الْقَوْمِ بِالْاِعْتِزَاءِ اِلٰی طَرِیْقِھِمْ وَالْاِشَارَةِ اِلٰی اَحْوَالِھِمْ وَقَدْ وَرَدَ مَنْ کَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ وَاَرْجُوْا مِنَ اللّٰهِ الْکَرِیْمِ صِحَّةَ النِّیَّةِ فِیْهِ وَتَخْلِیْصَھَا مِنْ شَوَائِبِ النَّفْسِ

اقول الاعتزا الانتساب یعنی نیت و قصد من
آنچہ کہ درین ہنگام تالیف است این است کہ بسیار
کنم سواد قوم را بہ نسبت کردن سوے طریقہ شان
و دائما باحوال آنہا کہ داخل در مصداق حدیث شوم
کہ ہر کہ بسیار کند سواد یعنی آثار قوم را پس او از او شان است
و در او شان شمار کردہ خواہد شد و امید وارم از
خداے بزرگ آیندہ صحیح ماندن نیت را درین
تالیف و خلاصی آن از آمیزشہاے نفس لانَّ
النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ۔

اعتزا انتساب یعنی میری نیت اس تالیف سے
یہ ہے کہ مین سواد قوم اون کے طریقے اور حالات
لکھکر بڑھاؤن تاکہ اس حدیث کا مصداق
ہوجاؤن کہ جو شخص آثار قوم بڑھائے وہ اونھین
مین گنا جائے گا اور مین خدا سے اس تالیف
مین آیندہ بھی نیت آمیزش نفس سے خالی اور
صحیح رہنے کا امیدوار ہون کیونکہ نفس برائی
ہی سکھاتا ہے بجز اوس کے جس پر خدا
رحم کرے۔

قوله وَکُلُّ مَا فَتَحَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیَّ فِیْهِ مِنَحٌ مِنَ اللّٰهِ الْکَرِیْمِ وَعَوَارِفُ وَاَجَلُّ الْمِنَحِ عَوَارِفُ الْمَعَارِفِ

اقول عوارف جمع عارفہ بمعنے عطیہ معارف جمع
معرفت بمعنی شناخت و مراد از عوارف اینجا نام
کتاب است یعنی و ہمہ آنچہ کہ حق بر من کشاد درین

عوارف جمع عارفہ یعنی عطیہ اور معارف
جمع معرفت یعنی پہچان یہان عوارف سے
نام کتاب مراد ہے یعنی جو کچھ خدا نے مجھ پر اس

تالیف احسان است از و واجل و اعظم بخشش عوارف المعارف است۔

تالیف مین ظاہر کیا وہ اوس کا احسان ہے اور سب سے بڑی بخشش عوارف المعارف ہے

قوله والكتاب يشتمل على نيف وستين بابا

اقول النيف الزيادة على العقدة ما لم يبلغ العقدة كذا في صحف اللغة يعني اين كتاب شامل بر شصت وچند باب است

نیف دس پر زیادتی کو کہتے ہین جب تک وہ دہائی تک نہ پہونچے جیسا کہ صحف اللغت مین ہے یعنی یہ کتاب ساٹھ اور چند بابون پر شامل ہے

قوله والله الموفق

اقول یعنی اللہ توفیق دہندہ است توفیق در لغت بمعنی دست دادن کسے را بکارے ودر اصطلاح متوجہ کردن اسباب بحصول مطلوب خیر و این تخصیص خیر از شر باعتبار عرف است نہ لغت و فہرست کتاب این است باب اول در منشأ علوم صوفیہ باب دوم در تخصیص صوفیہ بحسن استماع باب سوم در بیان فضیلت علم صوفیہ واشارت بقدرے ازان باب چہارم در شرح حال صوفیہ واختلاف طریقہ شان باب پنجم در ذکر ماہیت تصوف باب ششم در ذکر تسمیہ شان باین اسم عالی باب ہفتم در متصوف و متشابہ بصوفی باب ہشتم در ذکر ملامتی و شرح حال او و باب نہم در

یعنی اللہ ہی توفیق دینے والا ہے توفیق کے لغوی معنے ہاتھ بٹانے کے ہین اور اصطلاحی معنے اچھی بات کے حاصل کرنے کے لیے اسباب جمع کرنا اور شر سے خیر کی تخصیص عرفی ہے نہ لغوی۔ فہرست کتاب یہ ہے۔ پہلا باب منشأ علوم صوفیہ مین دوسرا باب تخصیص صوفیہ بحسن استماع تیسرا باب فضیلت علم صوفیہ کے متعلق چوتھا باب حال صوفیہ اور اون کے اختلاف طریقہ کی شرح مین پانچوان باب ماہیت تصوف کے ذکر مین چھٹا باب اونکے اس نام نامی سے موسوم ہونیکے بیان مین ساتوان باب متصوف و متشابہ بصوفی کے بیان مین آٹھوان باب ملامتی اور اوسکے حال کی شرح مین نوان باب

ذکر آنانکہ منسوب می کنند خود را بصوفیہ و حالانکہ
صوفی نیستند باب ۱۰ دہم در شرح رتبۂ مشیخت باب ۱۱
یازدہم در شرح حال خادم و متشبہ بخادم باب
۱۲ دوازدہم در شرح خرقۂ مشایخ صوفیہ باب ۱۳ سیزدہم در
فضیلت ساکنان رباط باب ۱۴ چہاردہم در مشابہت
اہل رباط بہ اہل صفہ باب ۱۵ پانزدہم در خصایص
اہل رباط با عہد و پیمان باہمی باب ۱۶ شانزدہم در
اختلاف احوال مشایخ در سفر و حضر باب ۱۷ ہفدہم در
این کہ مسافر بسوے چہ چیز محتاج است در فرایض
و فضایل باب ۱۸ ہیژدہم در قدوم یعنی باز آمدن از
سفر و داخل شدن در رباط باب ۱۹ نوزدہم در ذکر حال
صوفی متسبب باب ۲۰ بستم در شرح حال آن کہ متجرد
از فتوح باب ۲۱ بست و یکم در شرح حال متجرد و
متاہل از صوفیہ و صحت مقاصد شان
باب ۲۲ بست و دوم در قبول سماع قبولاً و ایثاراً
باب ۲۳ بست و سوم در رد و انکار سماع باب
۲۴ بست و چہارم در سماع ترفعاً و استغناءً باب ۲۵ بست و
پنجم در سماع تادباً و اعتناءً باب ۲۶ بست و ششم در
خاصیت اربعینات کہ متعاہدۂ صوفیہ است

اون لوگون کے ذکر مین جو خود کو صوفی کہتے ہین حالانکہ
صوفی نہین ہین دسوان باب مرتبۂ مشیخت کی شرح
مین گیارھوان باب خادم و مشابہ بخادم کی شرح
مین بارھوان باب خرقۂ مشایخ صوفیہ کی شرح مین
تیرھوان باب ساکنان رباط کی فضیلت مین چودھوان
باب اہل صفہ سے اہل رباط کی مشابہت کے ذکر مین
پندرھوان باب خصایص اہل رباط باہمی عہد و پیمان مین
سولھوان باب مشایخ کے حالات سفر و حضر مختلف ہونیکے
بیان مین سترھوان باب یہ کہ مسافر فرایض و فضائل مین
مین کن کن چیزون کا محتاج ہے۔ اٹھارھوان
باب سفر سے رباط مین واپس آنے کے بیان
مین اونیسوان باب صوفی متسبب کے حال
مین بیسوان باب فتوح کھانے والے کے بیان
مین اکیسوان باب صوفی مجرد و متاہل اور اونکی
صحت مقاصد کے بیان مین بائیسوان باب
قبول سماع مین تیئسوان باب رد و انکار سماع
مین چوبیسوان باب ترفع و استغنا از سماع مین
پچیسوان باب سماع مین بلحاظ ادب و اعتنا چھبیسوان
باب صوفیہ کے مقررہ چلون کی خاصیت مین

باب بست [۲۷] و هفتم در ذکر فتوح اربعین باب
بست [۲۸] و هشتم در کیفیت دخول در اربعین باب
بست [۲۹] و نهم در ذکر اخلاق صوفیه و شرح خلق
باب سی [۳۰] ام در ذکر تفاصیل اخلاق صوفیه باب
سی [۳۱] و یکم در ذکر ادب و مقام آن از تصوف باب
سی [۳۲] و دوم در آداب حضرت الٰهیت برائے اہل
قرب باب سی [۳۳] و سوم در آداب طہارة و مقدمات
آن باب سی [۳۴] و چہارم در آداب حضور و اسرار آن
باب سی [۳۵] و پنجم در آداب اہل خصوص و صوفیه باب [۳۶]
سی و ششم در فضیلت صلوٰة باب سی [۳۷] و هفتم در
وصف صلوٰة اہل قرب باب سی [۳۸] و هشتم در ذکر
آداب صلوٰة و اسرار آن باب سی [۳۹] و نهم در فضل
صوم و حسن اثر آن باب چہلم [۴۰] در احوال صوفیه در
صوم و افطار باب چہل [۴۱] و یکم در آداب صوم و مقاصد
او باب چہل [۴۲] و دوم در ذکر طعام و انچه در و لیست از
مصالح و مفاسد. باب چہل [۴۳] و سوم در آداب خوردن
[۴۴] باب چہل و چہارم در ذکر آداب صوفیه در لباس و
مقاصد شان در آن باب چہل [۴۵] و پنجم در فضل ذکر
و قیام لیل و آداب نوم باب چہل [۴۶] و ششم در ذکر

ستائیسوان باب چله کی فتوح مین اٹھائیسوان باب
چله مین داخل ہونے کی کیفیت انتیسوان باب اخلاق
صوفیه اور شرح خلق مین تیسوان باب ذکر تفصیل
اخلاق صوفیه مین اکتیسوان باب ادب و مقام ادب
صوفی کے ذکر مین بتیسوان باب آداب حضرت الٰہیت
جو اہل قرب کے لیے ہین تینتیسوان باب آداب
مقدمات طہارت کے بیان مین چونتیسوان باب
آداب و اسرار وضو مین پینتیسوان باب آداب
اہل خصوص و صوفیه مین چھتیسوان باب فضیلت
نماز مین سینتیسوان باب وصف نماز اہل قرب
مین اڑتیسوان باب ذکر آداب و اسرار نماز
مین انتالیسوان باب روزہ کی بزرگی اور اوس کے
حسن اثر کے بیان مین چالیسوان باب صوفیه کے
حالات روزہ و افطار مین اکتالیسوان باب روزہ کے
مقاصد و آداب مین بیالیسوان باب کھانے اور اوسکے
مصالح و مفاسد کے بیان مین تینتالیسوان باب کھانے کے
آداب مین چوالیسوان باب آداب و مقاصد لباس صوفیه
کے بیان مین پینتالیسوان باب شب بیداری کی
فضیلت اور سونے کے آداب مین چھیالیسوان باب

اسباب اعانت کننده بر قیام لیل باب چہل و
ہفتم در آداب بیداری از نوم و عمل شب باب
چہل و ہشتم در تقسیم قیام لیل باب چہل و نہم در
استقبال روز و آداب دران باب پنجاہم در ذکر
عمل تمامہ روز و توزیع اوقات باب پنجاہ و یکم در
آداب مرید با شیخ باب پنجاہ و دوم در آداب شیخ با
مرید و معتمد خویش مع اصحاب و شاگردان باب پنجاہ
و سوم در حقیقت صحبت و انچہ درو ست از خیر و شر باب
پنجاہ و چہارم در اداے حقوق صحبت و اخوت فی اللہ
باب پنجاہ و پنجم در آداب صحبت و اخوت باب پنجاہ و
ششم در شناخت انسان نفس خود را و مکاشفات
صوفیہ وغیرہ باب پنجاہ و ہفتم در شناخت خواطر و تفصیل و
تمیز آن باب پنجاہ و ہشتم در شرح حال و مقام و فرق میان
آنہا باب پنجاہ و نہم در اشارت بسوے مقامات
بر سبیل اختصار و ایجاز باب شصتم در ذکر اشارات
مشایخ در مقامات علی الترتیب باب شصت و یکم
در ذکر احوال و شرح آن باب شصت و دوم در شرح
کلماتے کہ مشیر اند بسوے بعض احوال در اصطلاح صوفیہ
باب شصت و سوم در ذکر چیزے از بدایات و نہایات و صحت آن

معاونت شب بیداری کے ذکر مین سینتالیسوان
باب اعمال و آداب شب بیداری کے ذکر مین
اڑتالیسوان باب تقسیم قیام شب مین اونچاسوان
باب دن کے استقبال اور اوسکے آداب مین پچاسوان
باب تمام دن کے اعمال اور تقرر اوقات مین باب
اکاون آداب مرید با شیخ مین باب باون آداب شیخ با مرید
و معتمد و شاگرد کے بیان مین۔ باب ترپن حقیقت
صحبت اور اوسکی اچھائی و برائی کے بیان مین باب چون
اداے حقوق صحبت و اخوت فی اللہ مین باب پچپن
آداب صحبت و اخوت مین باب چھپن شناخت نفس
اور مکاشفات صوفیہ کے بیان مین باب ستاون
خواطر کی شناخت اور اوسکی تفصیل و تمیز کے بیان
مین باب اٹھاون حال و مقام کی شرح اور انمین فرق کے
بیان مین باب انسٹھ اونکے مقامات کا مختصر بیان
باب ساٹھ ذکر اشارات مشایخ متعلق بمقامات علی الترتیب
باب اکسٹھ ذکر و شرح حالات مین باب باسٹھ اون کلمات
کی شرح مین جو بعض حالات کی طرف اصطلاح صوفیہ
مین اشارہ کرتے ہین باب ترسٹھ کچھ ابتدائی و
انتہائی باتون اور اون کی صحت کے ذکر مین۔

قوله فهذه الابواب حررت بعون الله تعالى مشتملة على بعض علوم الصوفية و احوالهم و مقاماتهم و آدابهم و اخلاقهم و غرائب مواجيدهم و حقائق معرفتهم و توحيدهم و دقيق اشاراتهم و لطيف اصطلاحاتهم

اقول پس این بابها اند که نوشتم به توفیق حق شامل بر بعض علوم و احوال صوفیه زیراکه علوم و کمالات صوفیه دریاے ناپیداکنار است عبور آن بجز ناخداے کشتی شکستگان حدوث و امکان دیگرے را میسّر نیست۔

تو یہ وہ باب ہین جن کو مین نے بتوفیق الٰہی بعض علوم و احوال و مقامات و آداب اخلاق و وجدان و حقایق و معارف و توحید و اشارات دقیق اصطلاحات لطیف حضرات صوفیہ پر لکھا کیونکہ علوم و کمالات حضرات صوفیہ دریاے ناپیداکنار ہین جس سے عبور سوا مدد اوس ناخداے کشتی شکستگان حدوث و امکان کی میسر نہین

قوله فعلومهم كلها انباء عن وجدان و اعتزاء على عرفان

اقول الانبا الاخبار یعنی علوم صوفیه مخبر اند از وجدان نه برهان و نسبت کننده اند بعرفان مصدر بمعنی اسم فاعل است۔

انبا بمعنی اخبار یعنی علوم حضرات صوفیہ وجدان سے مخبر اور عرفان سے منسوب ہین نہ برہان سے مصدر اسم فاعل کے معنے مین ہے

قوله و ذوق تحقق بصدق الحال و لم يف باستيفاء كنهه صريح المقال

یعنی و علوم شان ذوق است و ثابت شده بصدق حال و نه کفایت کرده است باستیفاء او گفتگوی صریح یعنی بعبارت صاف بیان آن تمام و کمال نمی شود و مراد از ذوق چیزیست که حاصل شود از ثمرات تجلی و نتایج و حال انچه فرود آید بر قلب

یعنی اون کے علوم ذوقی اور سچے ہین جنکے پورے طور پر بیان کرنے کو صریح گفتگو کافی نہین یعنی صاف عبارت مین اوس کا پورا بیان نہین ہو سکتا اور ذوق وہ ہے جو ثمرات تجلی و نتائج کشف سے حاصل ہو اور حال وہ ہے جو دل پر

از مسرت و انشراح و حزن و قبض و بسط و خوف
و رجاء و ارادہ و طلب و شوق از کشف انوار و
ذوق اسرار ورنہ محض وسوسۂ خیال است و
تحقیق انیق این از کتب باید طلبید مختصر مناسب
مقام آنکہ بعضے گفتہ اند کہ التجلی دفع حجب
البشریۃ لان ینور ذات الحق و تجلی سہ
قسم است یکے تجلی ذات و علامتش اگر از بقائے
وجود سالک چیزے ماندہ باشد فنائے ذات و
تلاشی صفات است در سطوات انوار و آن را صعقہ
گویند چون حال موسیٰ کہ او را بدین تجلی از خود بستند
و فانی کردند فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ
دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا چون از حق سبحانہ
طلب رویت و مشاہدۂ ذات کرد و ہنوز بہ بقا
بعد الفنا نہ رسیدہ و بقایائے صفات وجودش
برقرار بود بدلالت اَرِنِیْ بوقت تجلی نور ذات
طور نفس وجودش متلاشی و مندک گشت و بقیۂ
کہ طلب رویت و مشاہدہ بود برخاست و اگر
از بقایائے وجود دفانی بکلی منخلع شدہ باشد
و حقیقتش بعد از فنا روجود بہ بقا مطلق واصل گشتہ

بوجہ مسرت و انشراح و حزن و قبض و بسط و خوف و رجا
و ارادہ و طلب و شوق کشف انوار و ذوق اسرار نازل ہو
ورنہ محض وسوسۂ خیال ہے جسکی پوری تحقیق کتابون
مین دیکھنا چاہیے مختصر مناسب مقام یہ ہے کہ بعض کہتے
ہین کہ تجلی رفع حجابات بشریت ہے تاکہ ذات حق روشن
ہوجاوے اور تجلی کی تین قسمین ہین ایک تجلی ذاتی
جس کی علامت یہ ہے کہ اگر کچھ بھی وجود سالک
باقی رہ گیا تو سطوات انوار مین فنائے ذات و
تلاشی صفات ہے اور اس کو صعقہ کہتے ہین جس طرح
حضرت موسے علیہ السلام اس تجلی سے بیخود اور فانی
ہوگئے جب اونکے رب نے پہاڑ پر تجلی کی تو اوسے
ریزہ ریزہ کردیا اور موسے بیہوش ہوکر گرے چونکہ خدا
سے اونھون نے رویت و مشاہدۂ ذات چاہا تھا
اور مرتبۂ بقا بعد الفنا پر پہونچے نہ تھے اور بدلالت ارنی
بقایائے صفات وجود برقرار تھے نور ذات کی تجلی سے
طور نفس وجود ریزہ ریزہ ہوگیا جو کچھ مشاہدہ و رویت
کی طلب باقی بھی رہ جاتی رہی اور اگر وجود
فانی کچھ بھی باقی نہ رہا اور اوس کی حقیقت
فنا ہوکر وجود باقی سے مل گئی —

بنور ازلی ذات ازلی را مشاہدہ کند این خلعتے است
خاص کہ رسول اللہ صلعم را بخشیدند و شربتے است
خاص کہ او را چشانیدند و از صبابات این جام
خاص جرعۂ در کام جان متابعان او ریختند تا
فرمود صلعم کہ اُعْبُدِ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ و این معنی
اقتضاے تفضیل ولی بر نبی نمی کند چہ ولی این
مرتبہ بخود نیابد بلکہ بکمال متابعت رسول یابد
عبد اللہ ابن عمر میگفتے در طواف بود کسے بروے
سلام کرد جواب نہ داد بعد ازان باوے اظہار
شکایت کرد عبد اللہ گفت کنا نری اللہ فی
ذلک المکان قسم دوم تجلی صفات است و
علامت آن اگر ذات قدیم بصفات جلال تجلی
کند از عظمت و قدرت و کبریا و جبروت خشوع و
خضوع بود اذا تجلی اللہ لشیء خضع لہ
و اگر بصفات جمال تجلی کند از رافت و رحمت و
لطف و کرامت انس و سرور بود و معنی این نیست
کہ ذات ازلی تعالے و تقدس بہ تبدل و تحول
موصوف بود تا وقتے بصفت جلال و وقتی بصفت جمال
متجلی شود لیکن بمقتضاے مشیت و خلاف استعداد

تو نور ازلی سے ذات ازلی کا مشاہدہ کریگا اور یہ وہ خاص
خلعت ہے جو رسول اللہ صلعم کو عطا فرمایا گیا اور وہ
مخصوص شربت ہے جو اونھین کو پلایا گیا اور اوسی کے
چند گھونٹ اونکے تابعین کو پلائے گئے آنحضرت صلعم نے
فرمایا کہ خدا کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اوسکو دیکھتے ہو اور
اس سے ولی کی فضیلت نبی پر نہین پائی جاتی کیونکہ
ولی کو یہ مرتبہ خود نہین ملتا بلکہ آنحضرت صلعم کی کمال
متابعت سے ملتا ہے حضرت عبد اللہ بن عمر ایک
وقت طواف کعبہ کر رہے تھے کسی نے اونھین سلام
کیا اونھون نے جواب نہ دیا دوسری بار اوسکی شکایت کرنے پر
فرمایا کہ مین اللہ کو اس مکان مین دیکھ رہا تھا دوسری قسم تجلی
صفات ہے جسکی علامت یہ ہے کہ اگر ذات قدیم بصفات
جلال یعنی عظمت قدرت و کبریا و جبروت متجلی ہو تو خضوع
و خشوع ہوتا ہے اللہ جب کسی چیز پر تجلی کرتا ہے تو وہ اسکے
لیے پست ہو جاتی ہے اور اگر بصفات جمال یعنی رافت و
رحمت و لطف و کرامت تجلی کرتا ہے تو انس و سرور ہوتا ہے
جسکے معنے یہ نہین ہین کہ ذات ازلی تبدل و تحول سے
موصوف ہو کر کبھی بہ جلال اور کبھی بجمال متجلی ہوتی
ہے بلکہ بہ مقتضاے مشیت و اختلاف استعداد

گاہے صفت جلال ظاہر بود و صفت جمال
باطن و گاہے برعکس قسم سوم تجلی افعال است و علامت
آن قطع نظر از افعال خلق و اسقاط اضافت خیر
و شر و نفع و ضر و استوا و مدح و ذم و قبول و رد خلق
بود چہ مشاہدہ مجرد فعل الٰہی سالک را از اضافت
احوال بخود معزول گرداند و اول تجلی کہ بر سالک
آید در مقامات سلوک تجلی افعال بود آنگاہ تجلی
صفات و بعد از ان تجلی ذات زیرا کہ افعال آثار
صفات اند و صفات مندرج ذات پس افعال
بخلق نزدیک تر از صفات بود و صفات نزدیک تر
از ذات و شہود تجلی افعال را محاضرہ خوانند و
شہود تجلی صفات را مکاشفہ و شہود تجلی ذات را
مشاہدہ و مشاہدہ حال ارواح است و مکاشفہ
حال اسرار و محاضرہ حال قلوب و بعضے گفتہ اند

علامۃ تجلی الحق للاسرار ھو ان لا یشھد

السر ما یتسلط علیہ التعبیر و یحوم ہ

الفھم فمن عبّر او فھم فحاضر استدلال

لا ناظر اجلال و مشاہدہ از کسے درست می آید
کہ بوجود مشہود قایم بود نہ بخود چہ حدث انے را طاقت

کبھی صفت جلال ظاہر ہوتی ہے اور صفت
جمال باطن اور کبھی برعکس تیسری قسم تجلی افعال
ہے جس کی علامت یہ ہے کہ افعال خلق سے قطع نظر
ہو اور اضافت خیر و شر و نفع و ضر ساقط ہو جائے اور
قبول و رد خلق کی پروا نہ رہے کیونکہ صرف فعل الٰہی کا
مشاہدہ سالک کو اپنی جانب حالات منسوب کر دینے سے
معزول کر دیتا ہے سالک پر مقامات سلوک مین
پہلے تجلی افعالی ہوتی ہے پھر صفاتی پھر ذاتی کیونکہ
افعال آثار صفات اور صفات شامل ذات ہین تو
افعال صفات سے قریب اور صفات ذات مین شامل
ہین شہود تجلی افعالی کو محاضرہ اور شہود تجلی صفاتی
کو مکاشفہ اور شہود تجلی ذاتی کو مشاہدہ کہتے
ہین مشاہدہ ارواح کا اور مکاشفہ اسرار کا اور
محاضرہ قلوب کا حال ہے اور بعضون کے نزدیک

اسرار پر تجلی حق کی علامت یہ ہے کہ سر اوس کے

مشاہدہ کی تعبیر نہ کر سکے اور نہ سمجھ مین وہ آوے

تو جس نے تعبیر کی یا سمجھا وہ حاضر استدلال ہے

نہ ناظر اجلال اور مشاہدہ حقیقی وہ ہے جو بوجود
مشہود قایم ہو نہ بخود کیونکہ حادث کو طاقت

تجلی نور قدم نتواند بود تا شاہد در شہود فانی نشود
و بدو باقی نگردد مشاہدۂ او نتواند کرد آوردہ اند کہ
قومے از قبیلۂ مجنون بعد از مشاہدۂ آثار حرقت
فراق و شدت اشتیاق بر چہرۂ حال مجنون روزے
بشفاعت بسوے قبیلۂ لیلے رفتند و گفتند
چہ شود اگر لحظۂ دیدۂ مجنون بہ مشاہدۂ
جمال لیلے منور گردد قوم گفتند ازین قدر
خستے نیست ولیکن مجنون خود طاقت دیدار
لیلے ندارد آخر او را حاضر کردند و گوشۂ خرگاہ
لیلے بر داشتند نظرش بر عطف دامن لیلے
افتاد بیہوش گردید فی الجملہ ہرگاہ حق
بافعال خود متجلی شود افعال خلق دران
مستتر گردند و ہرگاہ بہ صفات متجلی بود صفات
و افعال خلق ہر دو مستتر گردند و ہرگاہ بذات متجلی
شود ذات و صفات و افعال خلق ہر سہ مستتر
گردند و حکیم مطلق از جہت عالم حکمت و توسیع
آثار رحمت بر خواص حضرت خود بقایاے صفات
نفوس کہ منشأ استتار اند باقی گذارد تا رحمتے بود ہم
در حق ایشان و ہم در حق دیگران اما در حق ایشان

تجلی نور قدیم کی تاوقتیکہ وہ شہود مین فانی اور
اوسی سے باقی نہو دشوار ہے چنانچہ بیان کرتے ہین
کہ جب مجنون کے قبیلہ والون نے مجنون کی حرقت
فراق و شدت اشتیاق دیکھی تو ایک روز قبیلۂ لیلے
مین سفارش کرنے گئے جاکر کہا کہ اگر مجنون کچھ دیر
لیلے کی زیارت کرلے تو کیا حرج اونھون نے کہا کہ
کچھ حرج نہین مگر مجنون کو خود دیکھنے کی طاقت
نہین۔ آخر مجنون کو بلایا اور لیلے کے خیمے
کا کونہ اوٹھایا جب اوس کی نظر لیلے کے
دامن پر پڑی تو بے ہوش ہوگیا۔ غرض
حق کی تجلی افعالی مین خلق کے محض
افعال اور تجلی صفاتی مین افعال و
صفات دونون اور تجلی ذاتی مین
ذات و صفات و افعال تینون چھپ جاتے ہین
اور حکیم مطلق بسبب عالم حکمت و وسعت
آثار رحمت اپنے خاص لوگون پر اون کے
صفات (جو منشائے استتار ہین) باقی رہنے
دیتا ہے جو اون کے نیز دوسرون کے
لیے رحمت ہے اون کے حق مین تو اس لیے

بمصالح نفوس قیام نمایند و به بقاے آن درجات
قرب حاصل کنند واما در حق دیگران تا در عین
فنا در بحر جمع متلاشی و مستغرق نشوند و وجود ایشان
سبب انتفاع دیگران بود و بر بعضے از علماے
صاحب دل بر آنند کہ استغفار آنحضرت طلب
این ستر بود تا مستغرق عین شہود نگردد و بہ رابطہ
وجود بشریت مردم ازو منتفع شوند و حق تعالے
بہ جنسیت نفس رسول بر امت منت نہاد آنجا کہ
فرمود لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز
علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف
رحیم و مراد از حال پیش صوفیہ واردات غیبی اند
از عالم علوی کہ گاہ گاہ بدل سالک از مقام اعلے
با دنے فرود آمدہ فرامی برد برہان طریقت جنید
رحمۃ اللہ علیہ فرمود الحال نازلۃ تنزل بالقلب
ولا تدوم و مراد از مقام مرتبہ ایست از مراتب
سلوک کہ در تحت قدم سالک آید و محل استقامت
او گردد و زوال نپذیرد پس حالے کہ نسبت بفوق
دارد و در تحت تصرف سالک نیاید بلکہ وجود سالک

کہ اپنے ذاتی مصالح پر قائم رہکر اوس کے بقا سے
درجات قرب حاصل کرین اور دوسرون کے
حق مین اس لیے تاکہ وہ عین فنا مین بحر جمع مین
مستغرق ہون اور اون کے وجود سے دوسرون کو
فائدہ پہونچے بعض علماء صاحب دل کے نزدیک
آنحضرت صلعم کا استغفار اسی لیے تھا تاکہ عین شہود
مین مستغرق نہ ہوجائین اور بوجہ رابطہ وجود بشری
آپ سے لوگ فائدہ اوٹھائین اور خداوند تعالے
نے بوجہ جنسیت ذات اقدس آنحضرت صلعم کے امت
پر احسان کیا چنانچہ فرمایا لقد جاءکم رسول[1]
اور صوفیہ کے نزدیک حال سے مراد واردات
غیبی عالم علوی ہین جو کبھی کبھی سالک کے دل
پر نازل ہوکر اوسے اونے مقام سے اعلے مقام
پر لیجاتے ہین برہان طریقت حضرت جنید بغدادی
فرماتے ہین کہ حال وہ ہے جو قلب پر نازل ہو مگر ہمیشہ
نہ رہے اور مراتب سلوک مین مقام وہی مرتبہ مراد ہے جو سالک
کی زیر قدم آئے اور اسکا محل استقامت ہوا زائل نہو تو حال وہ
ہے جو منسوب بفوق ہو اور سالک کے تصرف مین نہ آئے بلکہ وجود سالک

[1] البتہ آیا ہے تمھارے پاس رسول تمھین مین سے بھاری ہوتی ہے اوس پر جو تم تکلیف پاؤ تلاش رکھتا ہے
تمھاری ایمان والون پر شفقت رکھتا اور مہربان ہے ۱۲

محل تصرف او بود و مقام که نسبت به تحت دارد
محل تصرف سالک بود و ازین جهت صوفیه گفته
اند الاحوال مواهب والمقامات مکاسب
باآن که هیچ مقام از مداخلت حالی خالی نه باشد
و هیچ حال از مقارنت مقامی جدا نه و منشأ
اختلاف اقوال مشایخ قدس الله اسرارهم در
احوال و مقامات ازین جاست که یک چیز را بعضے
حال خوانند و بعضے مقام چه جمله مقامات در بدایات
احوال باشند و در نهایات مقام شوند چنانکه توبه
و محاسبه و مراقبه هر یک با بتدا حالے بود و در صدد
تغیر و زوال وانگاه بمقارنت کسب بمقام گردد پس
جمله احوال محفوف بود به مکاسب و جمله مقامات
محفوف بود به مواهب و فرق آنست که در احوال
مواهب ظاهر بود و مکاسب باطن و در مقامات
مکاسب ظاهر بود و مواهب باطن و بعضے مشایخ
خراسان گفته اند که الاحوال مواریث الاعمال
وازین جاست قول حضرت علی بن ابی طالب
کرم الله وجهه سلونی عن طرق السموات فانی
اعرف به من طرق الارض یعنی طرق وصول

اوس کا محل تصرف ہو اور مقام وہ ہے جو منسوب
به تحت ہو اور سالک کا محل تصرف اسی لیے صوفیہ
کے نزدیک حالات مواہب اور مقامات مکاسب ہین
باوجودیکہ کوئی مقام کسی حال کی مداخلت سے خالی
نہین ہوتا اور نہ کوئی حال مقام سے علیحدہ اور احوال و
مقامات مین مشایخ کے اختلاف اقوال کا منشا یہین
سے ہے کہ ایک چیز کو بعض حال کہتے ہین اور بعض
مقام کیونکہ کل مقامات ابتدا مین حالات ہو کر انتہا مین
مقامات ہو جاتے ہین جیسے توبہ و مراقبہ و محاسبہ
کہ ہر ایک ابتدا مین حال قابل تغیر و زوال
ہوتا ہے پھر کسب و اکتساب سے مقام ہو جاتا ہے
تو کل حالات مکاسب پر موقوف اور کل مقامات
مواہب مین مخفی ہوتے ہین فرق یہ ہے کہ حالات
مین مواہب ظاہر اور مکاسب باطن اور مقامات
مین مکاسب ظاہر اور مواہب باطن ہوتے ہین
اور بعض مشایخ خراسان کہتے ہین کہ حالات مورث
اعمال ہین اور اسی لیے حضرت علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کا یہ
ارشاد ہے کہ آسمانوں کے راستے مجھسے پوچھو کیونکہ مین زمین کے راستوں سے
زیادہ اُنکو جانتا ہون یعنی حالات پر پہونچنے کے طریقے

باحوال کہ بجہت فوقیت نسبت بہ سموات دارند
از من بپرسید کہ من می شناسم آن رابطرقے کہ از
جہت تحتیت نسبت بزمین دارند وآن مقامات
اند از توبہ وزہد وصبر وغیرآن کہ وسایط استنزال
احوال اند وبعضے مشایخ برآنند کہ حال آن ست کہ
ثبات واستقرار نیابد بلکہ چون برق پدید آید وزائل
گردد واگر باقی وثابت ماند حدیث النفس بود وبعضے
برآنند کہ تا ثابت وباقی نشود آن احوال نخوانند چہ
حلول اقتضاے ثبوت کند وچیزے کہ چون برق
لامع گردد وفی الحال منطفی شود اسم حال بروراست
نیاید واین مذہب اختیار حضرت شیخ صاحب العوارف
ست کہ فرمود بقاے حال مایۂ حدیث النفس نشود
مگر حالے ضعیف کہ نفس قوی آن را در وقت لمعان
سلب کند واما احوال قویہ ہرگز ممتزج بنفس نشوند
چنانکہ روغن بہ آب وہر واردے کہ چون برق
لامع گردد ودرحال منطفی شود آن را باصطلاح متصوفہ
لائح ولامع وطالع وطارق خوانند ظہور آن مستعقب
خفا بود وکشفش مستلزم استتار چنانکہ ابوعثمان حیری
گفتہ منذ اربعین سنۃ ما اقامنی اللہ

جو بسبب فوقیت سموات سے نسبت رکھتے ہین مجھسے پوچھو
کہ مین اونکو جانتا ہون بہ نسبت اُن طریقون کے جو
بوجہ تحتیت زمین سے نسبت رکھتے ہین اور وہ مقامات
توبہ وزہد وصبر وغیرہ ہین جو حالات وارد ہونے کا ذریعہ
ہین اور بعض مشایخ کے نزدیک حال وہ ہے جو قائم
نہو بلکہ بجلی کی طرح ظاہر ہو کر زائل ہو جائے اور اگر باقی
رہے تو وہ حدیث نفس ہے اور بعض کے نزدیک
تاوقتیکہ قائم نہو اوسے حال نہ کہین گے کیونکہ حلول
مقتضی ثبوت ہے اور جو چیز بجلی کی طرح چمک جائے
اوسے حال کہنا ٹھیک نہین اور یہی حضرت شیخ
صاحب عوارف کا مذہب ہے فرماتے ہین کہ بقائے
حال مایۂ حدیث نفس نہین ہوتا البتہ حال ضعیف
جسے نفس قوی چمک کے وقت سلب کرتا ہے لیکن
قوی حالات ہرگز نفس سے نہین ملتے جس طرح
تیل پانی مین اور جو وارد بجلی کی طرح چمک جائے اُسکو
اصطلاح صوفیہ مین لائح ولامع وطالع وطارق کہتے
ہین جسکے ظہور وکشف کے ساتھہ ہی خفا واستتار ہوتا ہے
چنانچہ حضرت ابوعثمان حیری نے فرمایا کہ چالیس
سال سے جس حال مین مجھے اللہ نے رکھا

فی حال فکرهته واین اشارت است بدوام
رضا و شک نیست که رضا از جمله احوال است پس
دوام حال مستلزم حدیث نفس نبود همچنین اختلاف
کرده اند دران که سالک را تصحیح مقامیکه قدمگاه
اوست پیش از ترقی بمقام فوق آن ممکن بود
یا نه حضرت جنید رح گفته است که ممکن است که بنده
از حالے بحالے ارفع ازان ترقی کند پیش ازانکه حال
اول تمام شود بلکه هنوز بقیۂ ازان برو مانده بود
وچون بحالے فوق آن ترقی کند از انجا بر حال اول
اطلاع یابد وآن را تصحیح کند وخواجه عبد الله
انصاری رح گفته که تصحیح ہیچ مقامے ممکن نبود
الا بعد از ترقی بمقامے فوق آن تا سالک از مقام
اعلی بمقام ادنے نگردد وآن را تصحیح کند وحضرت
شیخ شہاب الدین سہروردی رح بران ست که ہیچ
سالک را پیش از تصحیح مقام که قدمگاه اوست
ترقی بمقام فوق آن میسر نشود ولیکن قبل ترقی
از مقام اعلے حالے برو نازل شود که بواسطہ
نزول آن مقام بروے مستقیم گردد یا ترقی او
از مقامے بمقامے باتصرف حق وموہبت الٰہی

مین نے اوسے برا نہ جانا اور اس سے دوام رضا
کی طرف اشارہ ہے اور اسمین شک نہین کہ رضا بھی
منجملہ حالات ہے تو دوام حال مستلزم حدیث نفس نہین
اور اسی طرح اس مین بھی اختلاف ہے کہ سالک کو اوس
مقام کی تصحیح جو اوسکا قدمگاہ ہے اوس سے اعلے
مقام پر ترقی سے قبل ممکن ہے یا نہین حضرت جنید رح
کے نزدیک تو ممکن ہے کہ بندہ ایک حال سے دوسرے
حال پر جو اوس سے اعلے ہے پہلے حال کے تمام ہونے
بلکہ ہنوز کچھ باقی رہجانیکے قبل ترقی کرے اور جب اوس
حال سے ترقی کرتا ہے تب پہلے حال کی اطلاع پاتا
اور اوس کی تصحیح کرتا ہے اور حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری
فرماتے ہین کہ کسی مقام کی تصحیح بلا اوس سے اعلے مقام
پر ترقی کیے ممکن نہین جبتک سالک اعلے سے ادنے
مقام کی طرف واپس ہوگا تصحیح نہ کریگا اور حضرت شیخ
شہاب الدین سہروردی رح فرماتے ہین کہ کسی سالک کو اوس
مقام کی تصحیح سے پہلے جو اوسکا قدمگاہ ہے اعلے مقام
پر ترقی میسر نہین ہوتی مگر ترقی سے پہلے اعلے مقام سے ایک
حال اوسپر نازل ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ اس مقام پر قائم ہوجاتا ہے
یا ایک مقام سے دوسرے مقام پر اوس کی ترقی بتصرف حق وموہبت الٰہی

بود نہ بکسب خود تا ترقی از ادنے بر اعلے نزدیک
نشود از اعلے بادنے حالے نازل نگردد و حمل
تقرب بندہ بخدا و تقرب خدا بہ بندہ در حدیث
من تقرب الی شبرًا تقربت الیہ ذراعًا بر
مقامات و احوال کردن مطابق است پس تقرب
بندہ بکسب و سلوک در مقام خود مستجلب جذبۂ آلہی است
در صورت نزول حال۔ مولانا محمد امین نقشبندی در
رسالہ می نگارد و باید دانست کہ دیدن مقام دیگر است
و رسیدن بہ آن دیگر و تمکن و تحقق دران دیگر دیدن
تعلق بہ علم دارد و رسیدن بہ عمل و تمکن و تحقق بحال
مثلا اول مقامات توبہ است پس دیدن این مقام
بمعنی دانستن است یعنی حقیقت توبہ چیست چون
حقیقت آن را دانست گویا آن را دید و رسیدن
بآن مقام بمعنی عمل کردن است و مقتضاے انچہ
لازمۂ این مقام است بہ عمل و تکلف و تمکن و تحقق
درین مقام باین معنی است کہ انچہ مقتضاے
آن مقام است بے عمل و بے تکلف از سر حال
وا از روی ذوق ازان بہ وقوع آید و قس علی ہذا

سے ہو نہ اپنے کسب سے اور جب تک ادنے سے اعلے
پر ترقی قریب نہین ہوتی تب تک اعلے سے ادنے پر
کوئی حال نازل نہین ہوتا اور حمل تقرب بندہ بخدا
و تقرب خدا بہ بندہ حدیث من تقرب الخ مین
مقامات و احوال پر کرنا درست ہے کیونکہ بندہ کا
اپنے مقام پر کسب و سلوک سے تقرب حال نازل ہونے
کی صورت مین جاذبۂ آلہی کا مستجلب ہے مولانا
محمد امین نقشبندی رسالہ مین لکھتے ہین کہ دیکھنا اور
مقام ہے اور اوس پر پہونچنا اور مقام اور اوسمین ٹھہرنا
اور مقام ہے دیکھنا علم سے متعلق ہے اور پہونچنا
عمل سے اور ٹھہرنا حال سے مثلاً پہلا مقام توبہ ہے
تو اوس مقام کا دیکھنا اوس کا جاننا ہے یعنی یہ کہ
توبہ کی حقیقت کیا ہے جب اُس کی حقیقت
جان گیا تو گویا اوس مقام کو دیکھا اور اوس
مقام پر پہونچنا اوس کے لوازم و مقتضیات پر
عمل کرنا ہے اور ٹھہرنا یہ ہے کہ اوس کے
مقتضیات بلا عمل و تکلف ذوقًا و حالًا
اوس سے واقع ہون اور اسی پر ــــ

ف جو شخص میری طرف بالشت بھر قریب ہوا مین اوس کی طرف گز بھر قریب ہوتا ہون ۱۲۔

مقام الزهد والتوکل والصبر والشکر
والرضا وغیرها چون کسے نیک تامل می کند
می یابد در هر مقامے از مقامات حال اکه مذکور
اند در مقام توبه پس مقام عبودیت که اعلے و
ارفع مقامات است دران مقام نیز این سه
حالت است دیدن و رسیدن و تمکن و تحقق شدن
دیدن مقام یعنی دانستن آن مقام است و تمکن
و تحقق شدن یعنی آنکه صدور حسنات و خیرات و
مبرات حق او را حال شود و مقتضاے این مقام
عبودیت است هر که باین مقام می رسد و تمکن و
متحقق می شود در هر حال تفتیش احوال لازم او گردد
یعنی همواره نفس خود را متهم داشته تعبت و جوے
عبودیت نفس خود می کند هر چند به عجائب لطف
و کرم حق سبحانه از عیوب پاک شده باشد اما خود را
خالی از عیب و تقصیر نمی داند و اعتراف به تقصیرات
و ذنوب شیوهٔ خود ساخته از شر نفس و شیطان
پناه به خداے تعالے می جوید کما دل الحدیث
الاتی عن ابی هریرة قال قال ابو بکر
یارسول الله امرنی بشیء اقوله اذا اصبحت

زہد وتوکل وصبر ورضا وشکر وغیرہ کو قیاس کرنا
چاہیے اور غور کرنے سے ان مقامات مین سے
ہر مقام مین یہ تینون حال پائے جاتے ہین تو مقام
عبودیت جو تمام مقامات سے اعلے ہے اوس مین
بھی یہی تینون حالتین ہین دیکھنا اور پہونچنا
اور ٹھہرنا مقام دیکھنا یعنی اوس کا جاننا اور
اوس مین قائم ہونا یعنی صدور حسنات وخیرات
ومبرات حق اوس کا حال ہو جائے اور اس کا
مقتضا عبودیت ہے جو کوئی اس پر پہونچا اور
قائم ہوتا ہے تو ہر وقت کی تفتیش حال اوس پر
لازم ہو جاتی ہے یعنی ہمیشہ وہ اپنے نفس کو متہم
رکھکر اوس کی عبودیت کی جستجو کیا کرتا ہے اگرچہ
بعنایت الٰہی تمام عیوب سے پاک بھی ہو جائے
تو بھی خود کو قصوروار و خاطی پاتا ہے اور خدا سے
ہر وقت نفس و شیطان کے شر سے پناہ مانگتا
رہتا ہے جس پر حضرت ابوھریرہ کی یہ
حدیث دلالت کرتی ہے انھون نے فرمایا کہ
حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے
کوئی ایسی چیز بتائیے جسے مین صبح وشام

امسیت قال قل اللھم یا عالم الغیب والشھادة
فاطر السموات والارض رب کل شئ اشھد
ان لا الہ الا انت اعوذ بک من شر نفسی ومن
شر الشیطان وقلہ اذا اصبحت واذا امسیت
واذا اخذت مضجعک رواہ الترمذی وابن
ماجة وابوداؤد والدارمی ونیز باید دانست کہ
خضوع وخشوع وانکسار وادب وحرمت وخشیت لازم
وقت صاحب این مقام می گردد قال اللہ تعالیٰ
انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء وقال صلی اللہ
علیہ وسلم انا اعلمکم باللہ واخشٰکم بہ و
قیل سئل ولی من اولیاء الکبار ما التصوف
قال التصوف کلہ ادب پس ہر کہ تامل در آیات
واقوال مشائخ می کند پیداند کہ مقتضائے عبودیت
چیست اگر کسے گمان برد کہ بمقام ہم عبودیت
رسیدہ ام باید دید کہ مقتضیات این مقام ازم
شرائط آن اگر ادا شوند باید دانست کہ تمکن و
تحقق دارد ورنہ نہ وا مارسیدن وتمکن وتحقق شدن
از آثار وعلامات است چون آثار وعلامات یافتہ شوند

پڑھا کروں آپ نے فرمایا کہ اللھم[1] یا
عالم الغیب والشھادة الخ صبح وشام
اور سوتے وقت پڑھا کرو اسے ترمذی وابن ماجہ
وابوداؤد ودارمی نے روایت کیا اور خشوع و
خضوع وانکسار وادب وحرمت وخوف اوس
مقام والے کے لازم حال ہو جاتے ہین۔ اللہ
تعالے فرماتا ہے کہ اللہ سے اوس کے عالم
بندے ہی ڈرتے ہین۔ یا۔ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ مین تم سب سے زیادہ اللہ کو جانتا اور اوس
سے ڈرتا ہون ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ
تصوف کیا ہے فرمایا کہ تصوف بالکل ادب ہے
تو جو کوئی آیات واقوال مشائخ مین غور کرتا ہے
وہ جانتا ہے کہ مقام عبودیت کا مقتضا کیا ہے
اگر کسی کو یہ خیال پیدا ہو کہ مین مقام عبودیت
پر پہونچ گیا تو دیکھنا چاہیے کہ مقتضیات عبودیت
اوس سے ادا ہوتے ہین یا نہین اگر ادا ہوتے ہون
تو سمجھنا چاہیے کہ وہ اوس پر متمکن ہے ورنہ نہین کیونکہ
پہونچنا اور ٹھہرنا اوسکے آثار وعلامات ہین جب وہ نہ پائی جاوینگے

[1] اے اللہ اے غیب وشہادت کے جاننے والے زمین وآسمان کے پیدا کرنیوالے پروردگار ہر چیز کے گواہی دیتا ہون مین
اس بات کی کہ نہین کوئی معبود سوے اللہ پناہ مانگتا ہون مین اپنے نفس کی برائی اور شیطان کی برائی سے

پس تمکن و تحقق معلوم پس طالب صادق را باید
کہ برسیدن ہر مقام خرسند و دربند نشود بلکہ بر حصول
آن مقام شکر ایزدی بجا آرد و سعی نماید کہ بآن
مقام رسد و رسیدن را غنیمت شمرد ولیکن مقتضائے
علو ہمت آن است کہ بآن نیز اکتفا نکند بلکہ سعی
نماید کہ دران متمکن و متحقق گردد و بہ مضمون آیۂ
کریمہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی وَاَنَّ
سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ثُمَّ یُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی
وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی مشرف و بہرہ مند شود
اللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

تو تمکن بھی نہ پایا جائیگا لہٰذا طالب صادق
کو سیر مقامات پر مطمئن و خوش نہ ہونا چاہیے
بلکہ اوس کے حصول پر خدا کا شکر اور اس کی
کوشش کرنا چاہیے کہ اوس مقام پر پہونچ جاے
اور پہونچنے کو غنیمت سمجھے مگر مقتضاے علو ہمت
تو یہ ہے کہ اوس پر بھی اکتفا نہ کرے بلکہ اوسمین
ٹھہرنے کی کوشش کرے اور بہ مضمون آیۂ کریمہ
لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی وَاَنَّ سَعْیَهٗ
سَوْفَ یُرٰی۔ الخ۔ مشرف ہو۔ یا اللہ ہمکو
اپنے پسندیدہ امور کی توفیق دے

قوله لِاَنَّهَا مَوَاهِبُ رَبَّانِيَّةٌ وَمَنَائِحُ حَقَّانِيَّةٌ

اقول مواہب جمع موہبت بمعنی بخشش و منایح
جمع منحہ بمعنی عنایت یعنی علوم قوم بخششہاے
ربانیہ اند و عنایتہاے حقانیہ کہ بفکر و کسب
حاصل نمی گردد الحق ع این کار دولت است
کنون تا کرا دہند۔

مواہب جمع موہبت بمعنی بخشش و منایح جمع منحہ
بمعنی عنایت یعنی علوم قوم خدا کی بخششین اور
عنایتین ہین جو فکر اور کسب سے حاصل
نہین ہوتین۔ بے شک یہ بڑی دولت ہے
جس کو چاہین دین۔

قوله اِسْتَنْزَلَهَا صَفَاءُ السَّرَائِرِ وَخُلُوْصُ الضَّمَائِرِ

اقول فرود می آرد آن علوم را صفاء سر از کدورت

یعنی سر کا التفات بغیر کی کدورت سے صاف ہونا

له نہین ہے انسان کے لیے مگر جو کچھ کہ وہ کوشش کرے اور بے شک عنقریب وہ اپنی کوشش دیکھیگا پھر اوسکو
بدلا دیا جائیگا پورا بدلا اور البتہ طرف پروردگار کے پورا ہونا ہے۔ ۱۲

التفات بالغیر و به خلوص دل از ذمائم و رزائل
و بدان که در بعضے حواشی عوارف است که اعلم
ان السرائر کالمرائی وهی اذا صقلت و وقعت
فی مقابلة بنور الشمس استنارت تلک
المرائی انعکاس نور الشمس الی حائله و این
جمله صفت ماقبل خود است اے نزول مواهب
مخصوص است بصفائے قلب۔

اور دل کا بری باتون اور کمینہ حرکتون سے پاک
ہونا ان علوم کو اوتار لاتا ہے۔ بعض حواشی
عوارف مین ہے کہ سرائر آئینون کی طرح ہین
کہ جب وہ جلا کرکے آفتاب کے سامنے لائے
جاتے ہین تو اون مین عکس نور آفتاب آجاتا ہے
اور یہ جملہ اپنے ماقبل کی صفت ہے یعنی نزول
مواہب صفائے قلب سے مخصوص ہے۔

قوله فاستعففت بكنهها عن الاشارة وطفحت على العبارة

اقول الاستعفاف سرکشی کردن و الطفح پر کردن۔
یعنی مشکل گردیدند مواهب از احیاء اشارة بذاتها
و بلند اند از احاطه عبارت خلاصه این که به علو مرتبت
خویش از عبارت معرا اند و از اشارت مبرا۔

استعفاف سرکشی کرنا اور طفح بھرنا یعنی مواہب اپنی ذات
سے مشکل اور احاطہ عبارت سے بلند ہین خلاصہ
کہ اپنے علو مرتبت کی وجہ سے عبارت سے معرا
اور اشارہ سے مبرا ہین۔

قوله وتهادت بها الارواح بآلة التشام والائتلاف وكرعت حقائقها من بحر الالطاف

اقول تهادت مشتق از تهادی بمعنی تحفه دادن
چنانچه در حدیث آمده تهادوا الخ در بعضے حواشی
عوارف است بدان که تهادی فرستادن تحفه
از جانبین و تشام بمعنی بوسیدن و در اصطلاح صوفیه
مراد است از کشادن قلب طالب انفاس فطرة
را از صفائے باطن و کرع نوشیدن از رو کذا فی المنتخب

تہادت تہادی سے مشتق جس کے معنے تحفہ دینے
کے ہین چنانچہ حدیث مین ہے کہ آپس مین تحفہ
دو تا کہ محبت بڑھے بعض حواشی عوارف مین ہے
کہ تہادی جانبین سے تحفہ بھیجنا اور تشام بمعنی سونگھنا
اور یہ اصطلاح صوفیہ قلب طالب کا کھولنا انفاس
فطرة کو صفائے باطن سے اور کرع موہنہ سے پینا منتخب

معنی این کہ وہریہ گرفتند آن مواہب را ارواح
درمیان خود ہا بدولت کشود الفت زیرا کہ ارواح جنود
مجندہ اند آنچہ مقبول خاطر یا بند بپذیرند و آنچہ منکر
بود نگیرند پس ائتلاف شان فیما بین بتشام روحی
و نفس قدسی است پس مواہب اصفیا و منایح اولیاء
مقربین از ہدایاے ارواح است فیما بین بتشام
روحی و نفس رحمانی کہ تعلق ندارد بکسب و فکر قد علم
کل اناس مشربھم بیان اینست نوشیدند آن
ارواح از دریاے عنایت ربانی و انوار سبحانی ناز
حس نفس و تصور عقل لانہ طور وراء طور العقل
و بعد ازین می فرماید

معنے یہ ہوے کہ ارواح اون مواہب کو باہمی تحفۃً
بدولت کشود الفت لیتے ہین کیونکہ ارواح جنود مجندہ
ہین جو پسند خاطر ہوتا ہے لیتے ہین اور جو ناپسند
ہوتا ہے نہین لیتے تو اون کی باہمی الفت تشام
روحی و نفس قدسی سے ہے تو مواہب اصفیاو
منایح اولیاء مقربین باہمی ہدیہ روحانی بتشام روحی
و نفس رحمانی ہے جو کسب و فکر سے متعلق نہین
قد علم کل اناس مشربھم[1] اسی کا بیان ہے اور اون
ارواح نے دریاے عنایت ربانی و انوار سبحانی
سے نوش کیا حس نفس و تصور عقل سے کیونکہ
یہ ایک طور وراے طور عقل ہے پھر فرماتے ہین

قوله وَقَدِ انْدَرَسَ كَثِيرٌ مِنْ دَقَائِقِ عُلُومِهِمْ كَمَا انْطَمَسَ كَثِيرٌ مِنْ حَقَائِقِ رُسُومِهِمْ

اقول اندراس کہنہ شدن انطماس محو شدن یعنی محو
گشت امروز بسیارے از باریکیہاے علوم شان
چنانکہ کہنہ شدند و بمنزلہ نابود رسیدند بسیارے از
حقایق رسوم شان زیرا کہ ظاہر عنوان باطن است
و در ظاہر از آداب حقایق شان ہیچ باقی نیست
و تائید آورد بقول سلف و گفت۔

اندراس پرانا پڑ جانا انطماس مٹ جانا یعنی آج اون
اونکے علوم کی بہت سی باریکیان مٹ گئین جسطرح
بہت سے حقایق رسوم کہنہ و ناپید ہوگئے کیونکہ
ظاہر عنوان باطن ہے اور بظاہر اون کے آداب
حقایق کچھ بھی باقی نہین اور قول سلف سے
تائید لاکر فرمایا۔

قوله وَقَدْ قَالَ الْجُنَيْدُ عِلْمُنَا هٰذَا قَدْ طُوِيَ بِسَاطُهُ مُنْذُ كَذَا سَنَةً وَنَحْنُ نَتَكَلَّمُ فِي حَوَاشِيهِ

[1] بیشک جان لیا ہر شخص نے اپنے مشرب کو۔

وَهٰذَا الْقَوْلُ مِنْهُ فِیْ وَقْتِهٖ مَعَ قُرْبِ الْعَهْدِ بِعُلَمَاءِ السَّلَفِ وَصَالِحِی التَّابِعِیْنَ فَکَیْفَ هُنَا ذٰلِكَ مَعَ بُعْدِ الْعَهْدِ وَقِلَّةِ الْعُلَمَاءِ الزَّاهِدِیْنَ وَالْعَارِفِیْنَ بِحَقَائِقِ عُلُوْمِ الدِّیْنِ

پس تاسف میکند شیخ و میفرماید کہ قول جنید بغدادی در وقت اوست با قرب زمان تابعین و این منقوض نیست بقولہ یقول الجاہل الخ زیرا کہ آن قول بطریق انکار بود از علماء وقت و حرمان محض از حظوظ نعمت وقت پس قول او وما فقدوا بطریق رد است و این بطریق تاسف و شک نیست کہ ہر قدر کہ جمال دین و کمال یقین در عہد نبوی و سلف صالح بود بعد او شان نماند پس تاسف کرد و این جایز است و انکار جایز نہ چہ او محروم میگرداند جہال را از نعمتہای صوفیہ و بے شک علماء امت قائم بحق اند پس انکار نیست مگر حرمان محض والحذر منہ و چون فارغ شد از مقدمات تالیف متوجہ شد بسوی حق و گفت

یعنی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تاسف کرکے فرماتے ہین کہ حضرت جنید بغدادی کا یہ مقولہ اپنے زمانے مین تھا کہ جب زمانہ حضرات تابعین قریب تھا اور یہ اونکے ارشاد یقول الجاہل کے خلاف نہین کیونکہ وہ ارشاد بطریق انکار علماء وقت سے اور حظوظ نعمت سے حرمان محض کے تھا تو حضرت مصنف کا یہ قول کہ ما فقدوا تردید ہے اور یہ تاسفاً اور اسمین شک نہین کہ جسقدر جمال دین و کمال یقین زمانہ نبوی صلعم و سلف صالح مین تھا وہ پھر نہین رہا لہذا تاسف جائز ہی انکار جائز نہین کیونکہ وہ جاہلون کو نعمت صوفیہ سے محروم کردیتا ہی اور علماء امت قائم بحق کا انکار بجز بدنصیبی کے اور کچھ نہین جس سے بچنا چاہیے پھر بعد تالیف مقدمات خدا کی طرف متوجہ ہوکر فرماتے ہین

قولہ وَاللّٰہُ الْمَامُوْلُ اَنْ یُّقَابِلَ جُهْدَ الْمُقِلِّ بِحُسْنِ الْقَبُوْلِ

اقول مامول مشتق از امل یعنی امید و مقل بضم میم و فتح اندک و قبول بفتح اول پذیرفتن بر وزن مصدر شاذ است و بضمتین پیش آمدن کذا فی الصراح یعنی امیدوارم از حق کہ کوشش قلیل مرا بجود و کرم او قبول کند با حسن قبول

مامول امل سے مشتق ہی جسکے معنے امید کے ہین اور مقل بضم و فتح میم اندک اور قبول بفتح اول قبول کرنا اور اس وزن مصدر شاذ ہے اور بضمتین پیش آنا صراح یعنی مین خدا سے اسکا امیدوار ہون کہ اوسکا جود و کرم میری اس قلیل کوشش کو بحسن قبول

خویش فَاِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِیْرٌ۔

خاتمہ بعد ازین قدرے از حال مصنف ہم توان دانست امام یافعی در القاب وے چنین نوشتہ اوستاذ زمانہ فرید اوانہ مطلع الانوار منبع الاسرار دلیل الطریقة ترجمان الحقیقة استاذ شیوخ الاکابر الجامع بین علمی الباطن والظاهر قدوة العارفین وعمدة السالکین العالم الربانی شهاب الدین ابو حفص عمر بن محمد البکری السهروردی قدس الله تعالی سره کنیت ایشان ابو حفص ولقب شیخ الشیوخ نسب شریفش بہ حضرت صدیق اکبر منتهی میگردد ولادت باسعادت وے در ماہ رجب ۵۳۹ھ پانصد وسی نہ ہجری شد قطب زمان وغوث اوان وعالم عامل وفاضل کامل بودند مذہب شافعی میداشتند ودر بغداد مشهورترین متاخرین بودند انتساب وے در طریقت بہ ابو النجیب سهروردی عم خود است وصحبت حضرت غوث الاعظم سیدی محی الدین عبد القادر جیلانی مشرف گشتہ فوائد عظیم حاصل نمود آنحضرت رضی الله عنه در حق وے فرمود یا عمر انت اٰخر المشهورین بالعراق وخود میفرمود کہ در شباب بعلم کلام مشغول بودم وکتابے چند ازان یاد گرفتم عم من

قبول کرلے کیونکہ وہ اسپر قادر ہے۔

خاتمہ مختصر حال حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ امام عفیف الدین اسعد یافعی یمنی مکی نے آپکے القاب یون لکھے ہین اوستاد زمان فرید دوران مطلع انوار منبع اسرار دلیل طریقت ترجمان حقیقت استاد شیوخ اکابر جامع علم باطن وظاہر قدوۃ العارفین عمدۃ السالکین عالم ربانی شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد بکری سہروردی قدس اللہ تعالی سرہ آپکی کنیت ابو حفص اور لقب شیخ الشیوخ ہے آپکا نسب شریف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہم پر ختم ہوتا ہے ولادت با سعادت آپکی ماہ رجب ۵۳۹ھ پانسو انتالیس ہجری مین ہوئی قطب زمان غوث اوان عالم عامل فاضل کامل شافعی مذہب اور بغداد مین مشہورترین متاخرین تھے آپکو اپنے چچا حضرت شیخ ابو النجیب سہروردی سے طریقت مین انتساب تھا اور حضرت غوث الاعظم سیدنا محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی صحبت بابرکت سے بھی مشرف ہوکر فیضیاب ہوئے تھے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے آپسے فرمایا کہ ای عمر تم آخر مشہورین عراق ہو آپ فرماتے تھے کہ مین جوانی مین علم کلام مین مشغول تھا اور اسکی اکثر کتابین بھی مجھکو یاد تھین میرے چچا

مرا منع میکرد روزے ہمراہ او بزیارت حضرت شیخ عبد القادر
جیلانی رفتم مرا فرمود حاضر باش کہ پیش مردے میروم
کہ دل وے از خدائے تعالے خبر میدہد و منتظر باش
برکات دیدار وے را چون نشستم عم من عرض کرد
کہ یا سیدی این برادرزادۂ من بعلم کلام مشغول است
ہر چند منع می کنم باز نمی آید حضرت فرمود اے عمر
کدام کتب حفظ کردۂ نام کتب عرض کردم او دست
خود در سینہ من نہاد و اللہ کہ یک لفظ ازان یاد نماند و از
علم لدنی مملو گشت انچہ یافتم ببرکت او یافتم و برا تصانیف
است چون عوارف و رشف النصایح و اعلام الہدی
فی عقیدۃ ارباب التقی وغیرہا و عوارف کتابیست لاجواب
این جامعیت کتابے از متاخرین ننوشتہ در مجمع السلوک
مولفہ حضرت شیخ سعد خیرابادی تعریف این کتاب و
آمدنش در ہندوستان بالتفصیل مرقوم است باید دید
عوارف در مکہ معظمہ تصنیف کردہ ہر گاہ بر وامرے مشکل
شدے طواف خانہ کردے و طلب توفیق از حق نمودے
حضرات مقتدایان دین مثل حضرت شیخ نظام الدین
اولیا محبوب الٰہی دہلوی و حضرت شیخ قطب الدین دمشقی
صاحب رسالہ مکیہ و حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی

اُس سی مجھکو منع فرمایا کرتے تھے ایک روز وہ حضرت شیخ
عبد القادر جیلانی رض کی زیارت کو چلے مین بھی اُنکے ساتھ تھا
مجھ سے فرمایا کہ خبردار رہیو مین ایسے شخص کے حضور مین
جا رہا ہون جسکے دل کو خدا خبرین دیا کرتا ہے اور اوسکے
برکات زیارت کے منتظر رہنا جب ہم حاضر ہوے تو میرے چچا نے
عرض کیا کہ یا حضرت یہ میرا بھتیجا علم کلام کا بڑا شایق ہے ہر چند
منع کرتا ہون نہین مانتا ہے حضرت نے مجھسے فرمایا کہ کون کون
کتابین یاد کی ہین مینے کتابونکے نام لیے حضرت نے اپنا دست
مبارک میرے سینے پر پھیرا خدا کی قسم کہ پھر مجھکو ایک لفظ بھی
یاد نہ رہی اور میرا سینہ علم لدنی سی بھر گیا مینے جو کچھ پایا اونکی
کی برکت سے پایا عوارف و رشف النصایح و اعلام الہدیٰ
فی عقیدۃ ارباب التقی وغیرہ آپکی تصنیف ہین عوارف لاجواب
کتاب ہے متاخرین مین کسی نے ایسی جامع کتاب نہین لکھی مجمع السلوک
مولفہ حضرت مخدوم شیخ سعد خیرابادی مین اسکی تعریف اور اسکا
ہندوستان مین آنا مفصل مذکور ہے اسے آپنے مکہ معظمہ مین
لکھا جب کوئی مشکل پیش آتی تھی تو طواف کرکے دعا مانگتے
تھے وہ حل ہو جاتی تھی حضرات مقتدایان دین مثل
حضرت شیخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی حضرت شیخ
قطب الدین دمشقی صاحب رسالہ مکیہ حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی

وغیرہم از اساتذہ خویش خواندہ وسند گرفتہ ومدار
کار خود برین کتاب داشتہ والحمد للہ کہ سند این
کتاب مستطاب در خاندان فقیر بوجہ وسایط قلیلہ
خود از نوادر شمردہ می شود وآن این کہ فقیر اجازت
وسماع او از والد ماجد خود می دارد و او شان از عم خود
و او شان از والد خود حضرت مولانا شاہ تراب علی
قلندر و او شان از والد خود حضرت عارف باللہ
شاہ محمد کاظم قلندر و او شان از حضرت پیر و مرشد
خود جناب کلید عرفان شاہ باسط علی قلندر الٰہ آبادی
وآنحضرت بطور اویسی از حضرت مصنف کتاب
میداشتند ارباب طریقہ از بلاد دور و نزدیک
استفتاہائے مسائل از و میکردند چنانچہ در نفحات
است کہ کتب الیہ بعضھم یا سیدی ان
ترکت العمل اخلدت الی البطالۃ وان عملت
اَدخَلَنِی العُجُبُ فکتب الیہ فی جوابہ اِعمَل
وَاستَغفِرِاللّٰہَ مِنَ العُجُب و در رسالۂ اقبالیہ
مذکور است کہ شیخ رکن الدین علاء الدولہ گفتہ
است کہ از شیخ سعد الدین حموی پرسیدند کہ شیخ
محی الدین ابن عربی را چون یافتی گفت بحر مواج

وغیرہ نے اپنے اوستادون سے پڑھکر سند لی اور اپنی تمام
امور کا مدار و مدار اسی کتاب پر رکھا اور خدا کا شکر ہے کہ اس
کتاب مستطاب کی سند میرے خاندان میں بھی بوجہ
کم واسطون کے ایسی ہے جو نہایت نادر سمجھی جاتی ہے اور
وہ اس طرح کہ مین نے اسے اپنے والد ماجد سے پڑھا اور
اجازت لی اور اونھون نے اپنے چچا سے اور اونھون نے اپنے
والد سے اور اونھون نے اپنے والد حضرت عارف باللہ
شاہ محمد کاظم قلندر سے اور اونھون نے اپنے پیر و مرشد حضرت
کلید عرفان شاہ باسط علی قلندر الٰہ آبادی سے اور انھون نے
اویسیا حضرت مصنف کتاب سے اجازت لی۔ ارباب
طریقت دور و نزدیک شہرون سے آپ سے مسائل پوچھا
کرتے تھے چنانچہ نفحات مین ہے کہ بعضون نے آپ کو
لکھا کہ یا حضرت اگر مین عمل چھوڑے دیتا ہون تو بطالت
مین رہ جاتا ہون اور اگر عمل کرتا ہون تو عجب مجھ مین
آیا جاتا ہے آپ نے جواب مین لکھا کہ عمل کر اور اللہ سے
عجب پر استغفار کر۔ رسالۂ اقبالیہ مین ہے کہ شیخ رکن الدین
علاء الدولہ نے فرمایا کہ شیخ سعد الدین حموی سے لوگون
نے پوچھا کہ آپ نے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی
کو کیسا پایا فرمایا کہ دریائے ناپیدا کنار ہیں

لا نہایة لہ گفتند کہ شیخ شہاب الدین را چگونہ
یافت نور متابعة النبوی فی جبین السہروردی
شئ آخر انتہی و پوشیدہ نماند کہ اقوی بودن
این تعریف نظر بمفہوم صریح است زیراکہ از تعریف
نفی متابعت مفہوم نمی گردد پس تواند بود کہ باوجود
بحر حقایق است در کمال متابعت بودہ باشد
بلکہ بے کمال متابعت بحر حقایق نمی تواند بود
واللہ اعلم۔ از خلفاے ایشان حضرت نور الدین
مبارک غزنوی۔ و حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی
و شیخ نجیب الدین علی برغش شیرازی و شیخ
حمید الدین ناگوری و از جملہ مسترشدان شیخ
سعدی شیرازی بودہ وفات وے در غرہ محرم
سنہ ۶۳۲ شش صد و سی و دو است و مزار مبارک
درون شہر بغداد است و عمر شریف نود و سہ سال بود
والحمد للہ علی ما اعاننی فی تسوید ہذا
الشرح فقط

پھر پوچھا اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کو
فرمایا کہ نور متابعت نبوی سہروردی کی پیشانی میں
اور ہی چیز ہے۔ مخفی نہ رہے کہ اس تعریف کا زیادہ
قوی ہونا بنظر مفہوم صریح ہے کیونکہ اس سے حضرت
شیخ اکبر کی نفی متابعت نہیں پائی جاتی ممکن ہے
کہ وہ بھی باوجود بحر حقایق ہونے کے متابعت میں
بھی کامل ہوں بلکہ بلا کمال متابعت بحر حقایق نہیں ہو
سکتے۔ آپ کے خلفاء میں حضرت سید مبارک غزنوی
اور حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی۔ اور حضرت
شیخ نجیب الدین علی برغش شیرازی۔ اور حضرت شیخ
حمید الدین ناگوری قدست اسرارہم ہیں۔ اور منجملہ
مسترشدین حضرت شیخ سعدی بھی تھے آپکی وفات
غرہ محرم سنہ ۶۳۲ ہجری میں ہوئی۔ عمر شریف ترانوے ۹۳
سال کی ہوئی مزار مبارک اندرون شہر بغداد ہے۔
خداوند عالم کا شکر ہے جس نے مجھکو یہ شرح لکھنے
کی توفیق عطا فرمائی۔

باہتمام محمد قادر بخش مالک مطبع اصح المطابع تھوی ٹولہ۔ لکھنؤ